دعوت دین کے لئے ہجرت

ڈاکٹر صلاح الدین سلطان
(مشیر شرعی برائے اسلامی امور مملکت بحرین)

ایفا پبلی کیشنز – نئی دہلی

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

نام کتاب: دعوت دین کے لئے ہجرت

مصنف: ڈاکٹر صلاح الدین سلطان

کمپوزنگ: محمد سیف اللہ

صفحات: ۶۲

سن طباعت: فروری ۲۰۱۲ء

قیمت: ۴۰/روپے

ناشر

ایفا پبلیکیشنز

۱۶۱ - ایف، بیسمنٹ، جوگابائی، پوسٹ باکس نمبر: ۹۷۰۸

جامعہ نگر، نئی دہلی - ۱۱۰۰۲۵

ای میل: ifapublication@gmail.com

فون: 011 - 26981327

بسم الله الرحمن الرحيم

فہرست

تعارف	۷
مقدمہ	۸
پہلی بحث: داعیوں اور حاکموں کی ہجرت کے درمیان فرق	۱۱
دوسری بحث: داعیوں کی ہجرت کی کیفیت وشکل	۱۶
اول: داعیوں کے سردار حضرت محمد ﷺ کی ہجرت	۱۶
دوم: عراق ومدائن کی جانب داعیوں کی ہجرت	۱۷
سوم: ملک شام کی جانب داعیوں کی ہجرت	۲۱
چہارم: مصر کی جانب داعیوں کی ہجرت	۲۷
پنجم: مغرب کی جانب داعیوں کی ہجرت	۳۰
ششم: اندلس کی طرف داعیوں کی ہجرت	۳۴
ہفتم: سندھ وہند کی جانب داعیوں کی ہجرت	۳۸
ہشتم: ماوراءالنہر کی جانب داعیوں کی ہجرت	۴۳
الف: داعیوں کی ہجرت، آذربیجان، ارمینیا اور خراسان کی جانب	۴۳
ب: بخارا کی جانب داعیوں کی ہجرت	۴۴
ج: سمرقند کی جانب داعیوں کی ہجرت	۴۴
نہم: قسطنطنیہ کی جانب داعیوں کی ہجرت	۴۶

تیسری بحث: ہم داعی ہیں یا حاکم؟	۵۰
چوتھی بحث: حاکموں کی ہجرت سے داعیوں کی ہجرت کی طرف ارتقاء	۵۵
مراجع	۶۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تعارف

الحمد لله، والصلاة والسلام على سيدنا محمد خير الهداة،

وعلى آله وأصحابه ومن والاه إلى يوم الدين. ... وبعد!

یہ ''اسلامی اور اجتماعی مسائل کے سلسلہ کا آٹھواں شمارہ ہے'' جو نئے ہجری سال کے آغاز میں منظر عام پر آ رہا ہے، اسے ہمارے سامنے مشیر ڈاکٹر صلاح الدین سلطان نے ایک بے مثال معنی خیز رسالہ میں پیش کیا ہے، یعنی جس میں اس بات کی دلیل ہے کہ ہجرت کس طرح کمزوری سے مضبوطی کی طرف گامزن ہوئی، ان داعیوں کی ہجرت کے باعث جو روئے زمین کو خیر کے لئے آباد کرتے ہیں نہ کہ ان حاکموں کی وجہ سے جو ہر قسم کے خیر و بھلائی کو اپنی خواہشات کے لئے تباہ و برباد کر دیتے ہیں۔

نئے ہجری سال کے موقع پر پورے اخلاص کے ساتھ خاص طور سے بحرین کے قارئین حضرات اور عموماً تمام امت اسلامیہ کی خدمت میں یہ رسالہ پیش کر رہا ہوں، ہمیں امید ہے کہ ہم اس رسالہ میں ان چیزوں کو پائیں گے جو ہمارے داعیوں کی ہجرت کے متعلق نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کے متبعین کی حقیقی اتباع کا راستہ واضح کر دے۔ آمین

عبداللہ بن خالد آل خلیفہ

چیرمین، اعلی کونسل برائے اسلامی امور

مقدمہ

الحمد لله اصطفى من الملائكة رسلاً ومن الناس والصلاة والسلام على سيدنا محمد النبي المختار، وعلى أصحابه المصطفين الأخيار، ومن تبعهم بإحسان إلى يوم البعث والقرار. أما بعد!

اپنے اہل بصیرت بھائی بہنوں کے لئے میں مکہ سے مدینہ منورہ کے ہجرت کا واقعہ بیان کررہا ہوں اورشورش پسند دشمنوں کی اس امت کے ساتھ جو پستی، ذلت اور بےبسی کا ماحول ہے اس کے غم نے مجھے جلا رکھا ہے، میں اپنے آنسوؤں کے تسلسل کوروکتا ہوں اوراللہ سے امید کرتا ہوں اوران پریشانیوں میں امید کی کرن نظر آنے لگتی ہے اورہجرت کے اسباق میں کچھ ایسے عوامل نظر آتے ہیں جو امت کو اس عار سے بچا سکتے ہیں۔

میں اپنے دل سے پوچھتا ہوں کہ مکہ سے حبشہ اور مدینہ پھر وہاں سے پوری دنیا میں ہجرت کے اسباب کیا تھے،تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ ان کے اندر سچی رغبت وخواہش تھی کہ اس دین کو کمزوری سے نکال کر مستحکم وپائیدار بنائیں اوراس دنیا کوشرک کی گہرائی سے نکال کراسلام کی بلندی پر پہنچائیں اورغیر اللہ کے سامنے جھکنے کے بجائے اسلام سےعزت حاصل کرنے کی دعوت دیں اورلوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے کے بجائے اللہ رب العزت سے غنا حاصل کرنے کی دعوت دیں، اوربہت بڑا فرق ہے ہمارے اورصحابہ کرام کی ہجرت کے درمیان، ہمارے اوران کے سفروں کے درمیان، ان کے اور ہمارے انتقالات کے درمیان، داعی اورحاکم کی ہجرت کے درمیان، کیونکہ داعی کی ہجرت اسلام کومضبوط کرنے کے لئے ہوتی ہے، دنیا اورآخرت کی تعمیر کے

لئے اور حاکم کی ہجرت ہوتی ہے اپنی خواہش نفس کے سکون کے لئے اور دنیا میں عزت پانے کے لئے، داعی کی ہجرت سراپا ایثار وقربانی اور حرکت نمو سے لبریز ہوتی ہے جبکہ حاکم کی ہجرت انانیت،آرام پرستی پر مبنی ہوتی ہے، داعی کی ہجرت اللہ کی خوشنودی اور جنت کے حصول کے لئے ہوتی ہے جب کہ حاکم کی ہجرت عیش کوشی، مادہ پرستی، لذیذ غذا اور حسین وجمیل دوشیزاؤں سے رغبت کے لئے ہوتی ہے، داعی کی ہجرت نے شرکت کی زمین کو دارالسلام میں تبدیل کر دیا جہاں روشنی ہی روشنی ہوتی ہے، میں نے مکہ اور مدینہ سے عراق، شام، ایران، مصر، مغربی ممالک اور ہندوسندھ، ازبکستان، ترزاکستان اور سمرقند کا سفر کیا، اللہ نے قسطنطنیہ کو بطور نعمت فتح دلایا اور اسلام کے سرچشمہ نے پورے یورپ کو ڈھانپ لیا، یونانی، رومی اور پرانی تہذیبوں نے صدیوں اسلام کے حکومت کرنے پر اتفاق کیا، مگر جب ایمان کی روشنی ہلکی پڑگئی اور شیطان ان پر حاوی ہو گیا، خوشحال مسلمان نفسانی خواہشات اور ملک سازی میں مصروف ہو گئے تو یہ قوت وطاقت کمیونسٹ، ہندو اور صلیبیوں کے ہاتھوں میں چلی گئی اور مسلمان فتنوں کے دلدل میں پھنس گئے۔

''كالذی استهوته الشيطان فی الأرض حيران'' (جیسے کوئی شخص ہو کہ اسے شیطان نے زمین پر بے راہ کر دیا ہو اور وہ بھٹکتا پھرتا ہو) اور دعاۃ لوگوں کو ہدایت کی طرف بلا رہے ہیں گویا کہ اب نئی صبح اپنی روشنی کے ساتھ تمام انسانوں کے لئے ہے۔

اس دل کو چھونے والے رسالہ میں، میں نے داعی اور حاکم کی ہجرت کے فرق کو واضح کیا ہے اور مقالات اور دیگر کتابوں سے بڑے بڑے فتوحات کو مختصراً بیان کیا ہے جبکہ حاکموں کے پاس اتنا وقت نہیں کہ جہاد اور داعیوں کی ہجرت میں سے تھوڑا حصہ بھی پا سکیں اور ان اقتباسات کو ذکر کرنا علمی امانت ہے جو اس رسالہ میں دو وجہوں سے زیادہ ہے۔

تاریخی مطالعہ کے بعد متخصص اور اہل فن سے استفادہ کرنا افضل معلوم ہوتا ہے اور میں نے قدیم وجدید اسلامی فتوحات کو پڑھا ہے جو داعی کی ہجرت اور ان کے جہاد کو باریکی کے ساتھ

سمجھنے میں مدد کرتی ہے اور سچی بات یہ ہے کہ میں نے آسان عبارت اور زبان وبیان کی نکتہ آفرینی میں احمد تمام سے زیادہ مناسب آدمی نہیں پایا۔

میں نے دوسروں کی بنسبت ان کے مقالہ کا انتخاب اور ان کے حسن عبارت کی وجہ سے کیا ہے اور اس امید میں کہ میرے شاگرد دورمی نجیب کے لئے صدقہ جاریہ ہو اور اس میں کے اللہ تعالی اس کے اجر کو دوگنا کرے ان کے قبر کو نور سے بھر دے اور جنت کے اعلی درجات میں پہنچائے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اس رسالہ کو مختصر کرنے میں ازسرنو لکھنے سے زیادہ پریشانی ہوئی۔

میں نے تسلی قلب اور صفحات کی خانہ پری کے لئے نہیں لکھا ہے، بلکہ امت کے غم میں لکھا ہے اور اس امید میں کہ آنے والے ایام زیادہ اچھے ہوں اور تا کہ ایسے کام شروع کئے جائیں جو اللہ کی ناراضگی کے اسباب کو چھوڑ کر اللہ کی خوشنودی کی دعوت دیں تو ہم اپنے تئیں کوشش کریں اور اللہ پر یقین رکھیں کہ اللہ نے جس کامیابی، وسعت اور پاسداری کا وعدہ کیا ہے اللہ ہمیں اس کی توفیق دے۔

”ویقولون متی ھو قل عسی أن یکون قریباً“ (اور وہ لوگ کہتے ہیں کہ کب ہوگا تو آپ کہہ دیجئے کہ قریب ہی یعنی بہت جلد ہوگا)۔

صلاح الدین سلطان

مدینہ منورہ

پہلی بحث:

داعیوں اور حاکموں کی ہجرت میں فرق

جب انسان دنیا میں آنکھیں کھولتا ہے اور اپنی آغاز زندگی کے اعلان کے لئے پہلی چیخ مارتا ہے اور فضاؤں میں اپنے بازوؤں کو اس طرح حرکت دیتا ہے گویا کہ وہ جلدی میں ہو یہاں تک کہ چلنے پھرنے لگتا ہے، اس وقت سے موت تک نئی بعثت کے انتظار میں برابر حرکت میں رہتا ہے، چنانچہ لوگ اللہ کے حضور میں کھڑے ہونے کے لئے سرزمین محشر میں ٹڈیوں کی طرح پھیل جائیں گے، یا تو وہ دائمی جنت میں جائیں گے یا ہمیشہ ہمیش کے لئے جہنم میں ڈال دیئے جائیں گے، وہاں بھی انسان کی حرکت زندگی میں قرار نہیں ہوگا، بلکہ ان میں سے کچھ ایسے ہوں گے جنہیں انعامات سے نواز اجائے گا اور جنت نعیم میں عیش وآرام کی زندگی بسر کرنے کی اجازت دی جائے گی اور کچھ لوگوں کو عذاب دیا جائے گا تو وہ لوگ جہنم کے گڈھے میں کروٹیں بدلتے رہیں گے گویا کہ حرکات کا تعلق زندگی کی خصوصیتوں سے ہے یہاں تک کہ وہ انسان جو اپنی عقل کھوتا ہے، لیکن حرکت نہیں کھودیتا ہے یہ حرکت بنفسہ چرند وپرند، حیوان، مچھلیوں بلکہ حجر وشجر اور پیڑ پودوں کے اندر موجود ہے، یہ تمام چیزیں اس وقت تک حرکت میں رہتی ہیں، جب تک ان کے اندر زندگی باقی رہتی ہے، اس اعتبار سے حرکت زندگی کی دلیلوں میں سے ایک دلیل ہے۔

جب ہم عصر حاضر کے انسانوں کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ کمیونیکیشن ورابطوں کے ذرائع کی تیزی دوگنی ہوگئی ہے اور روئے زمین کے گوشہ گوشہ میں انسانوں کی حرکت بڑھ گئی ہے کچھ لوگ ایسے ہیں جن کی شام مشرق میں ہوتی ہے تو صبح مغرب میں۔

صبح کو شمال سے چلتے ہیں اور ہزاروں کیلومیٹر کا فاصلہ طے کر کے جنوب میں پہنچتے ہیں، یہ موجودہ تمام حمل ونقل کے ذرائع کی وسعت وترقی کے آثار (نشان) ہیں، جیسے موٹر کار، ٹرینیں، بسیں اور انسان ودیگر مخلوق کی رہنمائی میں چلنے والی چھوٹی بڑی جہازیں ہیں، نیچے دیئے گئے اعداد وشمار ۲۰۰۶ء میں ہوائی جہازوں کے ذریعہ سفر کرنے والوں کی حرکات کا پتہ دیتا ہے، پوری دنیا میں ہوائی جہاز کے مسافروں کی مجموعی تعداد اربوں میں ہے۔

اور یہ دنیا کے دس اہم ہوائی اڈوں اور ان کے مسافروں کے اعداد وشمار ہیں ۲۰۰۶ء میں دنیا کے سب سے زیادہ بھیڑ بھاڑ والے دس ہوائی اڈے درج ذیل ہیں:

شمار	ہوائی اڈہ	مسافروں کی تعداد (اربوں میں)
۱	اٹلانٹک	۸ء۴
۲	شیکاگو	۷ء۶
۳	لندن	۶ء۷
۴	ٹوکیو	۶ء۵
۵	لوس انجلس	۶ء۱
۶	ڈلس	۶ء۰
۷	پیرس	۵ء۶
۸	فرانکوٹ	۵ء۲
۹	بیجنگ	۴ء۸
۱۰	لنفرق	۴ء۷

جہاں تک دنیا میں موٹر گاڑیوں کی تعداد کا تعلق ہے تو اکیسویں صدی کے شروع میں

تقریباً دس لاکھ تھی، اس کا مطلب یہ ہے کہ حرکت کبھی تیز ہورہی ہے تو کبھی آہستہ، اور انسانوں کے قتل کے واقعات معلومات کے مطابق حد سے زیادہ بڑھ گئے ہیں۔

یہ انسانی زندگی کی خوفناک ترقی ہے اور غیر متوقع ترقیاتی سطح ہے، لیکن انسان صرف نئی نئی چیزوں کی ایجادات واکتشافات میں لگا ہوا ہے۔

ایک سوال انسان کے ذہن میں آتا ہے کہ کیا یہ ایک شہر سے دوسرے شہر، ایک سرزمین سے دوسری سرزمین، ایک گھر سے دوسرے گھر اور ایک کام سے دوسرے کام کی طرف ہجرت وحرکت، داعیوں کی ہجرت ہے یا حاکموں کی؟

ان چیزوں کے بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ درج ذیل بیان سے فرق واضح ہوجائے:

۱- داعیوں کی ہجرت کا مقصد آسمانی رحمت وبرکت کا حصول ہے اور حاکموں کی ہجرت کا مقصد زمینی خزانہ کا حصول ہے۔

۲- داعیوں کی ہجرت اپنے رب کی رضامندی، عفو ودرگذر اور خوشنودی کی امید میں ہوتی ہے جبکہ حاکم اس امید میں ہجرت کرتا ہے کہ وہ اپنی خواہشات وآرزوؤں کو پوری کرسکے۔

۳- داعی اس لئے ہجرت کرتا ہے کہ وہ چٹیل زمین میں پودا لگائے تاکہ زمین سبزہ زار ہوجائے جبکہ حاکموں کی ہجرت تمام سبزہ زاریوں کو ختم کرنے اور چٹیل میدان بنانے کے لئے ہوتی ہے۔

۴- داعیوں کی ہجرت تعمیر کا سبب ہے، جبکہ حاکموں کی ہجرت تخریب کا باعث ہے۔

۵- داعیوں کی ہجرت اسلام کی پختگی، کار خیر انجام دینے اور دوسروں کو نفع پہنچانے کے لئے ہوتی ہے، جبکہ حاکموں کی ہجرت نفس کے اندر کی پختگی اور خیر کی چیزوں کے حصوں میں انانیت کے لئے ہوتی ہے، اگرچہ دوسروں کا نقصان ہو۔

۶ - داعیوں کی ہجرت اللہ کی رضامندی اور اسلام کو پھیلانے کی خاطر ایک قربانی ہے، اگر چہ انسان کو عیش وآرام کی زندگی چھوڑنی پڑے، جبکہ حاکموں کی ہجرت کی قربانی اس لئے ہوتی ہے تاکہ وہ تر وتازہ لقمہ اور دلفریب بیوی اور عیش وآرام کی زندگی حاصل کر سکے۔

۷- داعیوں کی ہجرت بلاتفریق ہر مالدار، غریب ومحتاج اور بدحال علاقوں میں ہوتی ہے، کیونکہ پوری سرزمین اللہ کی ہے وہ جسے چاہے وارث بنائے اور تمام گوشوں میں دعوت وتبلیغ ضروری ہے اور حاکموں کی ہجرت صرف اس علاقہ کو تلاش کرتی ہے جس میں ثروت ومالداری اور فروغ وترقی ہوتا کہ وہ زیادہ سے زیادہ ثمرہ حاصل کر سکے، اگر چہ وہ اس بات سے غافل ہوتے ہیں کہ انہیں اس اللہ کی طرف لوٹ کر جانا ہے جو کہ زبردست قوت وطاقت والا ہے۔

۸- داعیوں کی ہجرت اس علمی شوق وذوق کا ضامن ہوتی ہے جو اسے آسمان تک بلند کرے اور اس کے دین کو زمین میں پائیداری عطا کرے، جبکہ حاکموں کی ہجرت کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "**یعلمون ظاهراً من الحياة الدنيا وهم عن الآخرة هم غافلون**" یعنی وہ ایسے لوگ ہیں جو دنیاوی زندگی کی ظاہری چیزوں سے واقفیت رکھتے ہیں اور آخرت سے بالکل ہی غافل ہیں۔

۹- داعیوں کی ہجرت شریفوں اور باغیرت لوگوں کے اخلاق کی حفاظت کرتی ہے، شدت بحران پر بھی ان میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی ہے جبکہ حاکموں کی ہجرت مفاد کے مطابق اخلاق کو بدل دیتی ہے اور شرافت کی پرواہ نہیں کرتی ہے اور کبھی کبھی حرام کردہ چیزوں پر بھی جرأت سے کام لیتی ہے۔

۱۰- داعیوں کی ہجرت عزم مصمم کے ساتھ نقصانات کو برداشت کرتی ہے، جبکہ حاکموں کی ہجرت پست ہمتی کے ساتھ صرف مفاد کی تلاش وجستجو کے لئے ہوتی ہے۔

۱۱- داعیوں کی ہجرت ایک ایسی روشنی ہے جس کے ذریعہ داعیان ہر رنگ ونسل کے

لوگوں میں چلتے پھرتے ہیں جبکہ حاکموں کی ہجرت سراپا گناہ، معاصی اورفسق وفجور رہے۔

۱۲- داعیوں کی ہجرت شکوک وشبہات اورگندگیوں سے پاک ہوتی ہے جبکہ حاکموں کی ہجرت رزالت وکمینگی اورمحرمات کی تاریکیوں میں دردر کی ٹھوکریں کھانے کا سبب ہے۔

۱۳- داعیان اس لئے ہجرت کرتے ہیں تاکہ وہ اللہ کے سیدھے راستہ کی طرف لوگوں کی رہنمائی کریں اوراس بات میں اپنی نیک بختی سمجھتے ہیں کہ وہ لوگوں کا اس اللہ واحد وغفار کے سامنے سربسجود ہونے کا باعث وسبب بنیں، جبکہ حاکم اس لئے ہجرت کرتے ہیں تاکہ وہ چھوٹی بڑی دامن کوہ، سمندروں اورنہروں کے ساحلوں اوربچوں وبڑوں کی لہو ولعب کی جگہوں میں آرام کی غرض کے لئے ترقی پذیر سیاحتی جگہ تلاش کریں اوراس امت کے رنج والم کوفراموش کر بیٹھتے ہیں جن پر ہرجگہ شریر وبدمعاش، ظالم وجابر اورکافر یہودیوں، عیسائیوں اوران کے منافق کارندوں کے ذریعہ زیادتی ہورہی ہے۔

دوسری بحث:

داعیوں کی ہجرت کی کیفیت وشکل

اول: داعیوں کے سردار اعظم حضرت محمد ﷺ کی ہجرت:

نبی کریم ﷺ نے مستقل ہجرت وحرکت میں ایسے آلام ومصائب کا سامنا کیا جس کی مثال دوبارہ نہیں مل سکتی ہے، جب آپ ﷺ اپنے اہل وعیال اور قریبی رشتہ داروں کی جانب سے دباؤ، اپنے خاندان کی طرف سے بے راہ روی اور اپنی قوم سے مصیبت وتکالیف سے دوچار ہوئے تو اس وقت آپ ﷺ شہر طائف جانے پر مجبور ہوئے لیکن جب وہاں مصائب دوگنی ہوگئیں تو آپ ﷺ مکہ واپس تشریف لائے، لیکن اس شہر مکہ میں داخل ہونے کا کوئی حیلہ آپ ﷺ کے پاس نہ تھا، جہاں کوئی بھی انسان پناہ لے سکتا ہے خواہ وہ مجرم ہی کیوں نہ ہو، اور خطرات سے محفوظ ومامون ہوجاتا ہے، چنانچہ آپ ﷺ اس دعا کے ساتھ مکہ چھوڑنے پر مجبور ہوئے جس سے آپ ﷺ کے وجدان وقلب میں انتہائی درجہ تکلیف والم اور قلق وپریشانی کا اظہار ہوتا ہے، آپ ﷺ نے اپنے شہر اور آل واولاد کو اپنے اس قول کے ساتھ الوداع کہا: ''واللہ إنک لأحب بلاد الله إلى الله وأحب بلاد الله إليّ، ولو لا أن قومک أخرجوني منک مافعلت'' (خدا کی قسم یقینا تو اللہ کے شہروں میں اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہے اور میرے نزدیک بھی اللہ کے شہروں میں سب سے محبوب ہے اگر تمہاری قوم مجھے یہاں سے نہیں نکالتی تو میں کبھی نہیں نکلتا)۔

پھر آپ ﷺ نے اس پر آشوب ماحول میں ہجرت کی جبکہ آپ ﷺ کے دشمن

آپ ہی کے گھر میں آپ ﷺ کے قتل کے در پے تھے، آپ ﷺ کو قتل کرنے کے لئے آپ ﷺ کی ہر حرکات وسکنات پر نظر رکھتے تھے، آپ ﷺ کبھی پیدل چلتے تو کبھی چٹیل میدانوں میں ایک اونٹ پر سوار ہوئے، اس طرح آپ ﷺ مدینہ تشریف لائے تا کہ آپ وہاں کے مردوں، عورتوں اور بوڑھوں وجوانوں میں اسلامی تعلیمات کی بنیاد ڈالیں، چنانچہ تمام لوگ حکومتی تعمیر اور اسلام کی عزت وآبرو کی خاطر مصائب کا سامنا کرنے کے لئے کمر بستہ ہوگئے، لہذا ایکے بعد دیگرے جنگیں ہوئیں اور چھوٹے چھوٹے فوجی دستوں کے ذریعہ بھی لڑائیاں ہوئیں، آپ ﷺ مدینہ کے گوشوں میں زندگی بسر کرتے رہے اور جنگیں ہوتی رہیں جیسا کہ جنگ بدر، احد، خندق، فتح مکہ، غزوہ حنین وخیبر کی جنگیں اور فتوحات ہیں، آپ نے دس سال سے کم مدت میں وہ کارنامے انجام دیئے کہ ۳۵ سال سے زائد مدت میں بھی ایسا کرنا مشکل ہے۔

اس کا مطلب ہے کہ آپ اور آپ ﷺ کے اصحاب کی زندگی پورے عالم میں اسلام کو پھیلانے کے لئے صرف ہجرت وجہاد اور مستقل حرکت کی بازیگری میں گزری، لہذا ہمارے لئے اس جہادی قوت اور روحانی حرکت کو واپس لانا ضروری ہے تا کہ اس شخص کو واپس لایا جائے جو شہر سے دور چلا گیا ہے اور اللہ کے بندوں کو گمراہی سے بچایا جا سکے سوائے ان لوگوں کے جو اللہ پر جھوٹی بہتان تراشی کرنے والے ہیں۔

دوم: عراق ومدائن کی جانب داعیوں کی ہجرت

۱-فتح عراق:

جب حضرت ابوبکر صدیقؓ فتنۂ ارتداد کا خاتمہ کر چکے اور پورے جزیرۂ عرب اسلام کے پرچم تلے متحد ہوگیا تو ابوبکرؓ نے خارجی فتوحات کی جانب توجہ دی۔

عراق اس وقت ایرانی حکومت کے قبضہ میں تھا اور عہد صدیقی میں اس علاقہ کے فتح

کے لئے اسلامی لشکروں کے وہاں پہنچنے سے پہلے ایرانیوں اور مسلمانوں کے درمیان کچھ ایسے روابط وتعلقات تھے جس کی مثال نبی کریم ﷺ کے اس پیغام میں ملتی ہے جس کو آپ ﷺ نے فارس کے بادشاہ پرویز کو عبداللہ بن حذافہ السہمی کے ذریعہ اسلام کی دعوت دیتے ہوئے بھیجا تھا، اسی طرح آپ ﷺ کے حدیبیہ سے کوچ کرنے اور یمن میں فارسیوں کے اسلام قبول کرنے کے بعد کی مثالیں ملتی ہیں۔

حضرت ابوبکرؓ نے عراق کو فتح کرنے کے لئے دو لشکر بھیجا، پہلا خالد بن ولید کی قیادت میں، یہ لشکر سمت جنوب سے عراق پہنچا، اور دوسرا عیاذ بن غنم کی قیادت میں، یہ سمت شمال سے آیا، تاکہ دونوں لشکر جزیرہ میں ملیں اور یہ ہجرت کے بارہویں سال میں ہوا، خالد بن ولید عراق کے جنوبی علاقہ میں پہنچے، خلیج عرب کے قریب علاقہ ''حفیر'' میں ایرانیوں اور آپ کے مابین ہوئے اس معرکہ کو ''ذات سلاسل'' (زنجیروں والا) کہا جاتا ہے، اس جنگ میں ایرانیوں کا قائد ''ابلہ'' کا حاکم ''ہرمز'' تھا، جب خالد بن ولید فتحیاب ہوئے تو علاقہ ''فالوجہ'' کا رخ کیا جہاں ایک ایرانی لشکر سے جھڑپ ہوئی اور ان پر فتح کے بعد آپ مقام لیس کی طرف چل دیئے، پھر وہاں سے مقام ''حیرہ'' کا رخ کیا جو ایرانیوں سے پہلے عرب ممالک کا پایہ تخت تھا اس کو صلح کرکے فتح کرلیا اور قعقاع بن عمرو کو وہاں کا جانشیں بنادیا۔

پھر مقام ''انبار'' کا رخ کیا، اس کا محاصرہ کیا پھر اسے فتح کرلیا پھر مقام ''عین التمر'' کا قصد کرکے اس کا محاصرہ کیا یہاں تک کہ وہاں کے باشندوں نے آپ کی بات مان لی، اس جنگ میں مسلمانوں کو مال غنیمت کے طور پر ایسے چالیس نصرانی غلام حاصل ہوئے جو انجیل کے اچھے جانکار تھے، پھر ان لوگوں نے اسلام قبول کیا، ان ہی لوگوں میں سے مشہور تابعی محمد بن سیرین کے والد سیرین اور فاتح اندلس اور شاعر ابوعتاہیہ کے دادا موسی بن نصیر کے والد نصیر ہیں۔

اس کے بعد خالد بن ولید اپنے ساتھیوں کے ساتھ عیاض کی مدد کے لئے دومۃ الجندل

کا قصد کیا، جہاں اکیدر کو قتل کر کے بزور زبردستی فتح حاصل کیا، پھر خالد بن ولید مقام "فراض" کے ارادہ سے عراق لوٹے (اور "فراض" وہ جگہ ہے جہاں عراق اس ملک شام کے فوجوں کے ساتھ خیمہ زن تھا جس میں ایرانی اور رومی لشکر تھے اور عرب کے نصاری بھی شامل تھے) اور خالدؓ نے ان لوگوں سے جنگ وجدال کیا اور ان پر غالب آ گئے۔

۲-فتح مدائن:

جب حضرت عمر بن خطابؓ نے خلافت کی باگ ڈور سنبھالی تو آپ نے اس کام کو پورا کیا جس کو خلیفہ اول حضرت ابو بکرؓ نے شروع کیا تھا اور ایک دوسرا لشکر وہاں فارسیوں کے تسلط کو ختم کرنے کے لئے سعد بن ابی وقاصؓ کی قیادت میں عراق بھیجا۔

سعد ابن ابی وقاص چار ہزار لشکر کے ساتھ مدینہ سے عراق کے لئے روانہ ہوئے اور سعد اور ان کی لشکر عظیم نے بلند ہمتی کا ثبوت دیا اور بڑے بڑے بہادروں پر غالب آ گئے، مقام قادسیہ میں ایرانیوں کے خلاف مسلمانوں کا غلبہ مسلسل جاری رہا، پھر اس کے بعد مقام بہرسیر کا رخ کیا (جو دجلہ کے مغربی ساحل پر مدائن کا ایک علاقہ تھا) نہر دجلہ نے مدائن سے اسے الگ کر دیا تھا وہ جنوب میں بغداد سے بیس میل سے زیادہ دوری پر نہیں تھا۔

مقام بہرسیر کے فتح کے بعد سعد نے اپنے لشکر کے ساتھ اسے پار کر کے مدائن جانے کا ارادہ کیا، لیکن ایرانیوں نے تمام کشتیوں کو اپنے قبضہ میں کر لیا تھا تاکہ وہ انہیں پار کرنے سے روک سکیں۔

سعد نے اپنے لشکر کو جمع کیا اور ان کو دجلہ پار کر کے مدائن جانے کے سلسلہ میں اپنے عزم وارادہ کو ان کے سامنے ظاہر کیا، تو انہوں نے اپنے لشکر کے اندر ایران جانے اور اس کے پایہ تخت مدائن کو فتح کرنے کے تعلق سے بہت زیادہ جوش وولولہ پایا اور انہوں نے اپنے لشکر کو چند

دستوں میں بانٹ دیا اور ان میں سے ہر ایک دستہ کا ان میں سے سب سے ماہر وتجربہ کار شخص کو قائد بنادیا اور پہلا دستہ ''کتیبۃ الاہوال'' کا عاصم بن عمرو کو قائد بنایا جن کا لقب ذوالبأس تھا اور دوسرا دستہ ''کتیبۃ الخرساء'' قعقاع بن عمرو کے حوالہ کیا اور بقیہ لشکروں کو خود لے کر روانہ ہو گئے۔

دونوں دستے ایمان وبہادری کے ساتھ آگے بڑھتے رہے، نہ ان کو سمندر کا خوف تھا اور نہ ہی ان لشکروں کا جو دوسرے کنارہ پر ان کا انتظار کر رہے تھے، مسلمان اپنے گھوڑوں کے ساتھ سمندر کو پار کرنے لگے، یہاں تک کہ سمندر گھوڑوں، لشکروں اور جانوروں سے بھر گیا، گھوڑوں اور لشکروں کی کثرت کی وجہ سے ساحل میں پانی نظر نہیں آرہا تھا، جب ایرانیوں نے مسلمانوں کو نہر دجلہ میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا تو ان کے لشکر ان سے مقابلہ کے لئے نکلے اور باہر نکلنے سے روکنے کے لئے اکٹھا ہونے لگے، ان کے لشکروں کی ایک بڑی تعداد ہتھیار سے لیس ہوکر ساحل پر جمع ہوگئی اور مسلمانوں کے پہنچنے کا انتظار کرنے لگی، تاکہ ان پر تیروں اور نیزوں کی برسات کردیں اور ساحل پر پہنچنے سے پہلے ان کا خاتمہ کردیں۔

لیکن ''اہوال'' کا قائد عمرو بن عاصم نے جلد ہی ان کے ارادہ کو بھانپ لیا اور اپنے بہادروں کو ان پر تیر چلانے اور ان کے گھوڑوں کی آنکھوں کا نشانہ بنانے کا حکم دیا، یکایک تیروں کی بوچھار ہونے لگی، ایسا لگ رہا تھا کہ گھوڑوں کی آنکھیں مچھلیاں اچک رہی ہیں، لہذا ایرانی لشکروں کی صفوں میں انتشار پھیل گیا، ان کی صفوں میں اضطراب کی کیفیت ہوگئی، وہ مسلمانوں کے سامنے سے فرار ہونے لگے اور ان کے دلوں میں رعب ودبدبہ اور خوف وہراس پیدا ہوگیا، یہاں تک کہ جب کتیبۃ الاہوال کی فوجوں نے ان کا تعاقب کیا تو وہ اپنے گھوڑوں کو قابو میں نہیں رکھ سکے۔

مسلمان مدائن میں غلبہ اور فتح کے ساتھ داخل ہوئے اور انہیں عمدہ قسم کے مال غنیمت اور ذخائر حاصل ہوئے جب کہ کسری اور اس کے لشکر نے فرار اختیار کرتے وقت جس قدر ممکن ہوسکا مال وسامان لے گئے اور جو نہ لے جا سکے اسے وہیں چھوڑ دیا۔

سعد بن وقاص مدائن کے قصر ابیض (سفید محل) میں داخل ہوئے اور ایوان کسری کے پاس جا کر اس آیت کی تلاوت کی: "کم ترکوا من جنات وعیون وزروع ومقام کریم ونعمة کانوا فیها فاکهین کذلک وأورثنها قوماً آخرین" (انہوں نے کتنے ہی باغ، چشمے، کھیتیاں، راحت بخش ٹھکانے اور سامان جس میں وہ مگن رہتے تھے چھوڑ دیئے، ہم مجرموں کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کرتے ہیں اور ان چیزوں کا وارث ہم نے دوسروں کو بنایا) (اس روایت کی تصدیق ابن کثیر کی بدایہ ونہایہ اور طبری کی تاریخ الرسل والملوک سے ہوتی ہے)۔

دستۂ ''اہوال'' و ''خرساء'' والے داعیوں کی ہجرت کی یہ ایک زندہ جاوید مثال ہے، جب ان کی سرگرمیاں ان کے ایمانی قوت، صدق دلی اور عزم مصمم سے ملی تو ان لوگوں نے دو عظیم طاقتوں میں سے ایک طاقت کو اپنے راستہ سے ہٹا دیا اور ان کے شاہد وغائب کی موجودگی میں ان کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیا اور جب ''اہوال'' اور ''خرساء'' کا موثر دستہ قیل وقال اور سوال وجواب میں سرگرم تنظیموں میں تبدیل ہوگیا تو معاملہ یہاں تک پہنچ گیا کہ عراق، اقصی اور صومال کو ذلت وحقارت اور ضیاع وبربادی کا سامنا کرنا پڑا اور بالآخر پورا علاقہ دائرہ اسلام میں آ گیا۔

سوم: ملک شام کی جانب داعیوں کی ہجرت:

خلیفہ حضرت ابوبکرؓ نے ملک شام کو فتح کرنے کے لئے چار فوجی لشکر تیار کیا اور اس کے لئے باصلاحیت اور سب سے ماہر جنگجو اور قابل قتال کو بطور قائد منتخب کیا، اور ہر ایک لشکر کو ان کا مہم وکام متعین کیا جو انہیں انجام دینا تھا:

۱- پہلا لشکر یزید بن ابوسفیان کی قیادت میں جسے اردن میں مقام "بلقاء" بھیجا۔

۲- دوسرا لشکر شرحبیل بن حسناء کی قیادت میں جس کا رخ علاقہ بصرہ تھا۔

۳- تیسرا ابوعبیدہ بن جراح کی قیادت میں جس کا مہم علاقہ "جابیہ" تھا اور راستہ میں خالد بن سعید ابوعبیدہ کے لشکر سے جا ملے۔

۴- چوتھا لشکر عمرو بن عاص کی قیادت میں جس کا سمت فلسطین تھا۔

حضرت ابوبکرؓ نے ان تمام لشکروں کو ایک دوسرے کی معاونت کرنے کا حکم دیا اور اس بات کا بھی حکم دیا کہ جب وہ ایک ساتھ جمع ہوجائیں تو عام قائد عبیدہ بن جراح ہوں گے، حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنے لشکروں کو ان کلمات کے ساتھ الوداع کہا: "تم لوگ کسی عمر رسیدہ، چھوٹے بچے اور کسی عورت کو نہ مارنا اور کسی گھر کو منہدم نہ کرنا اور نہ عہد و پیمان توڑنا، کسی پھلدار درخت کو نہ کاٹنا، سوائے کھانے کی ضرورت کے کسی جانور کو ذبح نہ کرنا، کھجور کے باغات کو نہ جلانا اور نہ ہی اس میں زیادہ پانی بھرنا، نافرمانی نہ کرنا اور نہ ہی بزدلی اختیار کرنا"۔

حضرت ابوبکرؓ نے عمرو بن عاصؓ کو اس ربانی وصیت کے ساتھ خاص کیا اور کہا مقام "ایلیا" کے راستہ سے چل کر سرزمین فلسطین پہنچو، اس بات میں سستی و کمزوری سے بچو جس کی تمہیں ہدایت دی گئی ہے اور یہ کہنے سے بھی پرہیز کرو کہ ابن ابی قحافہ نے دشمنوں کے سامنے مجھے کھڑا کردیا، حالانکہ ان سے نمٹنے کی میرے پاس طاقت بھی نہ تھی، اور اے عمرو یہ بھی جان لو کہ تیرے ساتھ بدر کے مہاجر و انصار ہیں ان کا اکرام کرنا، ان کے حق کو پہچاننا، یہ نہیں کہ اپنے دبدبہ کی وجہ سے ان پر زیادتی کرنا اور ان میں ایک ساتھی کی طرح رہنا اور اپنے معاملہ میں ان سے مشورہ لیتے رہنا، نمازوں کی پابندی کرنا وغیرہ۔

جب وقت ہوجائے تو اذان دے دینا، اپنے دشمنوں کو ڈراتے رہنا اور اپنے ساتھیوں کو پہرہ داری کا حکم دینا تاکہ تم اس کے بعد ان کی نگرانی کرسکو"۔

ان مجموعی لشکروں کی تعداد تقریباً نوسو یا ایک ہزار تھی، چنانچہ انہوں نے اس جم غفیر رومی لشکر سے مقابلہ کے لئے ان کے ساتھ تعاون کا ہاتھ بڑھایا جس لشکر میں عکرمہ بن ابی جہل اور ان کے ساتھی موجود تھے، رومیوں کے ساتھ غیر قطعی سخت جنگ چھڑ گئی اللہ تعالی نے حضرت ابوبکرؓ کو ایک نیا لشکر بھیجنے کی ہدایت دی تو اس وقت حضرت ابوبکرؓ نے یہ مشہور جملہ کہا جو تاریخ کی کتابوں میں بار بار آتا ہے: "واللہ لأنسيت الروم وساوس الشيطان لخالد بن الوليد" میں ضرور بالضرور روم کو مٹادوں گا اور خالد بن ولید کو شیطان نے وسوسہ میں ڈال دیا۔

چنانچہ حضرت ابوبکرؓ نے خالد بن ولید کے پاس ایک پیغام بھیجا کہ وہ عراق میں موجود لشکروں کی آدھی تعداد کے ساتھ شام چلیں جائیں اور عبیدہ بن جراح اور ان کے ساتھیوں سے جاملیں اور تمام لشکروں کی عام قیادت کو سنبھال لیں، اس وقت جب حضرت ابوبکرؓ ابوعبیدہ کو خالد بن ولید کے ان کے پاس جانے کی خبر کے سلسلہ میں لکھ رہے تھے تو اس پیغام میں اس بات کو بھی لکھا کہ میں نے خالد کو ملک شام میں رومیوں سے جنگ کے لئے ذمہ دار بنایا ہے، تم ان کی مخالفت نہ کرنا، سمع وطاعت کرنا، کیونکہ میں نے ہی تمہارے اوپر ان کو ذمہ دار بنایا ہے حالانکہ میں جانتا ہوں کہ تم ان سے بہتر ہو لیکن میرا خیال ہے کہ جنگ کے سلسلہ میں جو ان کے پاس سمجھ ہے وہ تمہارے پاس نہیں ہے اور اللہ تعالی ہمارے اور تمہارے ذریعہ راہ حق کی رہنمائی چاہتا ہے۔

خالد بن ولیدؓ نے خلیفہ کے حکم کی فرمانبرداری کی اور ملک عراق میں مقام ''حیرہ'' کی جانب صفر کے مہینہ میں نوہزار لشکر کے ساتھ نکل پڑے اور شمالی علاقہ میں چلتے گئے اور اوپر چڑھ گئے، یہاں تک کہ پرخطر ساوی جنگلات کو اپنے جانباز سپاہیوں کی جماعت کے ساتھ پار کیا، انہوں نے اس خطرناک صحرا میں اٹھارہ دنوں کے اندر ایک ہزار کلومیٹر سے زیادہ سفر کیا، یہاں تک کہ اپنے لشکر کے ساتھ دمشق کے مشرقی دروازہ کے سامنے پڑاؤ ڈالا، پھر وہاں سے چل کر مقام جالبہ میں ابوعبیدہؓ کے پاس آئے اور دونوں ساتھ مل کر اپنے لشکروں کے ساتھ بصرہ کے لئے

روانہ ہو گئے۔

تمام لشکر خالد بن ولید کی قیادت میں جمع ہو گیا اور بصرہ کا سخت محاصرہ کیا، یہاں تک کہ بصرہ والے صلح طلب کرنے اور جزیہ دینے پر مجبور ہو گئے تو خالد بن ولید نے صلح کو قبول کر لیا اور اللہ تعالیٰ نے ربیع الاول میں مسلمانوں کو فتح سے ہمکنار کر دیا، شام کا یہ پہلا شہر تھا جو اس بات کی صلح پر فتح ہوا کہ ان کا خون، مال اور اولاد محفوظ و مامون رہیں گے اور اس کے بدلہ میں وہ جزیہ دیں گے۔

بصرہ کے زوال کے بعد ہرقل نے اپنے لشکر میں نفرت پیدا کر دی اور ایک بڑا لشکر تیار کیا اور انہیں جنوبی فلسطین کے دو لشکروں کے پاس بھیجا اور عرب و شام کے نصاریٰ بھی ان سے مل گئے۔

خالد بن ولید نے تقریباً ایک ہزار لشکر کو ترتیب دی اور نئے ڈھنگ سے ان کی تربیت کی، یہ پہلا موقع تھا جب ملک شام میں رومیوں کے ساتھ کسی بڑے معرکہ میں مسلمان جمع ہو رہے تھے جو ایک ہزار لشکر کے ساتھ مقابلہ کے لئے تیار تھے۔

خالد بن ولید نے اپنے لشکر کو تشکیل دیا اور میمنہ، میسرہ، قلب اور موخرہ کو منظم کیا (دائیں، بائیں، بیچ، اور پیچھے کا لشکر) میمنہ پر معاذ بن جبل کو، میسرہ پر سعید بن عامر کو، پیدل فوج کے قلب پر ابوعبیدہ بن جراح اور گھوڑ سواروں پر سعید بن زید کو متعین کیا اور خالد بن ولید صفوں کے درمیان آتے جاتے رہے، کسی ایک جگہ نہیں ٹھہرتے تھے، لشکر کو جنگ پر آمادہ کرتے، انہیں صبر و ثابت قدمی پر ابھارتے اور انہیں ہمت دلاتے تھے اور عورتوں کو لشکر کے پیچھے کھڑا کیا جو اللہ سے گریہ وزاری کر رہی تھیں، اس سے دعا اور مدد کی درخواست کرتی تھیں اور لشکروں کی مدد بھی کرتی اور انہیں جوش بھی دلاتی تھیں۔

جمادی الاولیٰ کی پہلی تاریخ کو فجر کے بعد خالد بن ولید نے لشکر کو پیش قدمی کا حکم دیا،

یہاں تک کہ وہ رومی لشکر کے قریب ہو گئے، آپ اپنی لشکر کے ہر جماعت کے پاس جاتے اور کہتے: "اللہ کے بندوں اللہ سے ڈرو اور اللہ کے لئے اس سے جنگ کرو جو اللہ کی نافرمانی کرے، پیچھے مت ہٹو، اپنے دشمن سے گھبراؤنہیں، بلکہ شیر کی طرح پیش قدمی کرو، تم لوگ شریف زادہ اور آزاد ہو، تم نے دنیا کو ناپسند کیا اس کے بدلہ میں اللہ نے تمہارے لئے ثواب آخرت کو واجب قرار دیا اور یہ بھی سن لو کہ ان کی کثرت سے گھبرانا نہیں، کیونکہ اللہ تعالی ان کے اوپر عذاب نازل کرنے والا ہے پھر فرمایا: اے لوگو! جب میں حملہ کروں تو تم لوگ بھی حملہ کرنا۔

خالد بن ولید جنگ شروع کرنے میں تاخیر کررہے تھے تا کہ ظہر کا وقت ہو جائے اور ہوا چلنے لگے، کیونکہ یہ وہ وقت ہے جس میں رسول ﷺ جنگ پسند کرتے تھے، یہی وجہ تھی کہ خالد بن ولید دفاع کرتے ہوئے رکے ہوئے تھے تا کہ یہ وقت ہو جائے۔

رومیوں کو اپنی کثرت، قوت، اپنے گھوڑوں اور اپنی تیاری پر ناز تھا، لہذا ان لوگوں نے جلدی سے حملہ کردیا، چنانچہ خالد بن ولید مسلمانوں کے لشکر کے پاس آئے اور کہا: "اللہ کے نام سے ان پر حملہ کرو (اللہ تم پر رحم کرے) ان لوگوں نے ایسا زبردست حملہ کیا کہ دشمنوں کے پیر اکھڑ گئے اور سوار لشکر و پیدل جماعتیں دشمنوں کی صفوں کو چیرتی ہوئی داخل ہونے لگیں، ان کی جماعتیں حیران و پریشان ہو گئیں اور ان کی طاقتیں کمزور پڑ گئیں۔

جب رومی لشکر یا قائد نے دیکھا کہ اس کے لشکر کی شکست یقینی ہے تو اس نے اپنے اردگرد لوگوں سے کہا کہ میرے سر پر ایک کپڑا لپیٹ دو، جب ان لوگوں کو اس مطالبہ پر تعجب ہوا تو اس نے کہا: آج بدحالی کا دن ہے میں نہیں چاہتا کہ مجھے پناہ دیا جائے کیونکہ میں نے دنیا میں اس دن سے سخت کوئی دن نہیں دیکھا تھوڑی ہی دیر میں مسلمانوں نے اس کے سر کو تن سے جدا کر ڈالا جبکہ وہ کپڑے سے لپٹا ہوا تھا، چنانچہ رومیوں کی طاقت کمزور پڑنے لگی اور بالآخر شکست ہوگئی، جب ہرقل کے پاس شکست کی خبر پہنچی تو وہ حواس باختہ ہو گیا اور اس کا دل مسلمانوں کے رعب

ودبدبہ سے بکھر گیا۔

اس جنگ میں رومی مقتولین کی تعداد ہزاروں سے تجاوز کر گئی اور مسلمانوں میں سے صرف ایک شہید ہوا، جنگ ختم ہوجانے اور فتح ثابت ہونے کے بعد خالد بن ولید نے خلیفہ ابوبکرؓ کو فتح کی خوشخبری کا پیغام بھیجا، جس میں انہوں نے اللہ کی جانب سے عطا کردہ کامیابی اور مال غنیمت کا بھی ذکر کیا اور آگے ذکر کرتے ہوئے یہ فرمایا: اے خلیفہ صدیق میں آپ کو یہ بتاتا ہوں کہ ہم نے جنگ اس وقت شروع کی جبکہ انہوں نے ہم سے جنگ کرنے کے لئے دو لشکروں کو ملا کر بہت ساری جماعتیں اکٹھی کرلی تھی، انہوں نے اپنی طاقت کا مظاہرہ کیا، اپنے دستوں کو پھیلا دیا اور نہ بھاگنے کی قسم کھائی، چنانچہ ہم اللہ پر پورے اعتماد اور بھروسہ کے ساتھ نکلے، تو نیزوں نے بھی ہمارا ساتھ دیا، پھر ہم نے تلوار کا سہارا لیا اور ہر موقع پر ہم نے ان کو شکست دی، میں اللہ کی اس بات پر تعریف بیان کرتا ہوں کہ اس نے اپنے دین کو غالب کیا اور اپنے دشمنوں کو ذلیل کیا اور اپنے اولیاء کے ساتھ اچھا معاملہ کیا۔

جب حضرت ابوبکرؓ نے اس خط کو پڑھا تو آپ خوش ہوئے اور فرمایا: تمام تعریف اس اللہ کی ہے، جس نے مسلمانوں کو فتح سے ہمکنار کیا اور اس کے ذریعہ میری آنکھوں کو ٹھنڈک عطا کی

(اس روایت کی تصدیق تاریخ طبری، ابن اثیر سے ہوتی ہے اور ابراہیم نے اسے حسن قرار دیا ہے)۔

داعیوں کی ہجرت وجہاد کا یہ روشن صفحہ ہے کہ اللہ نے ان لوگوں کے ذریعہ رومیوں کو اور شیطانی وسوسوں کو ختم کردیا، جیسے ہی آگ پرست ایرانیوں کی شان وشوکت ختم ہوئی تو ان داعیوں نے بغیر کسی جشن وآرام کے صلیب پرست رومی شہنشاہیوں کی جانب کوچ کیا اور ہرقل اور اس کے لشکر سے پوری بہادری اور ایمان کے ساتھ زور آزما ہوئے، ہرقل اور اس کے لشکر کو ایسی شکست جھیلنی پڑی جس کا انہیں خیال بھی نہ تھا، ملک شام میں ان کا سورج غروب ہوگیا اور

کلمۂ توحید کی آواز ہر جگہ گونجنے لگی، یہاں تک جب ہجرت وجہاد اور اس کے ثمرات کی وجہ سے دلوں کو چین وسکون حاصل ہوا تو کامیابی ہمارے ہاتھ لگی اور ہمارا معاملہ ہر جگہ دشمنان اسلام سے حامیان اسلام کے قبضہ میں آ گیا۔

چہارم: مصر کی جانب داعیوں کی ہجرت

جب مسلمانوں نے ملک شام اور فلسطین کو فتح کر لیا تو مصر کا رخ کیا اور یہ فکر فاتح شام کے قائد عمرو بن العاصؓ کے ذہن میں پیدا ہوئی تو انہوں نے اس کو خلیفہ عمر بن الخطابؓ کے سامنے اس وقت پیش کیا جب آپ دمشق کے کچھ کام کے لئے جابیہ تشریف لائے، خلیفۂ عادل حضرت عمرؓ نے مدینہ سے ملک شام کا سفر کیا تا کہ بیت المقدس کو صلح کر کے حاصل کر لیں، جب شہر قدس کے پادریوں نے اس بات پر اصرار کیا کہ خلیفہ بذات خود آ کر اسے لے لیں۔

مصر کی فتح اور اس کا مسلمانوں کے قبضہ میں آنا ایک اہم ضرورت تھی تا کہ ملک شام میں امن وسلامتی اور پائیداری کا نفاذ ہو سکے جبکہ عمرو بن العاصؓ کو یہ محسوس ہوا کہ شام اور فلسطین کا ساحلی علاقہ اس وقت تک محفوظ نہیں رہ سکتا ہے جب تک رومیوں کی بندرگاہیں مصر میں ہیں، عمرو بن العاصؓ شام کے مقام قیساریہ سے سال کے اخیر میں تقریباً چار ہزار لشکروں پر مشتمل ایک چھوٹی سی جماعت لے کر نکلے، صحراء سیناء کو پار کرتے ہوئے ماہ ذی الحجہ میں مقام ''عریش'' پہنچے اور اسے بغیر مقابلہ کے فتح کے بعد بقرعید وہیں گزاری اور شہر ''فرما'' پہنچے جو کہ ایک قدیم اور موجودہ شہر ''بورسعید'' کے شرقی علاقہ کا ایک مضبوط شہر ہے، اس کا ایک سمندری بندرگاہ ہے، دریائے نیل سے چھوٹے چھوٹے نالے اس سے ملتے ہیں، چنانچہ مسلمانوں نے ایک مہینہ یا اس سے کم اس کا محاصرہ کیا، اس دوران انہیں بہت ساری آزمائشوں سے گذرنا پڑا، یہاں تک کہ محرم کے اول عشرہ میں شہر فتح ہو گیا، مورخوں نے اس بات کا ذکر کیا ہے کہ اس فتح میں قبطیوں کا ہاتھ تھا،

کیونکہ ان لوگوں نے دلیرانہ فتح کی مدد کی تھی۔

عمرو بن العاصؓ آگے بڑھے اور محرم کے مہینہ میں مقام ''بیلبیس'' پہنچے اور اس شہر کا ایک مہینہ تک محاصرہ کیا یہاں تک کہ رومیوں کے ساتھ سخت جنگ وجدال کے بعد اسے فتح کرنے پر قادر ہوگئے، اس میں مسلمانوں کی ایک معمولی تعداد شہید ہوئی، جبکہ رومیوں کے ایک ہزار جنگجو مارے گئے اور تقریباً تین قید کئے گئے اور عمرو بن العاص کے لئے ''دلتا'' کے پایہ تخت اور قلعہ ''بابلیون'' تک پہنچنے کا راستہ ہموار ہوگیا۔

مسلمانوں کے بیچ شہر میں آجانے کے بعد رومی ان کے خطرناک رویہ سے متنبہ ہوئے اور رومیوں نے دفاع کی غرض سے قلعۂ بابلیوں کو گھیر لیا اور دونوں فریق کے درمیان جنگ پہنچتی رہی، لیکن فیصلہ کن جنگ نہیں ہوئی، چنانچہ عمرو بن العاصؓ مزید آٹھ ہزار لشکر بلانے پر مجبور ہوئے تاکہ وہ اپنی مہم کو تکمیل تک پہنچائیں اور جنگوں کے درمیان کھوئی ہوئی چیزوں کا بدلہ لے لیں، بہر کیف عمر بن الخطابؓ نے چار ہزار جنگجو اور ایک خط ارسال کیا جس میں یہ بیان تھا کہ میں نے تمہاری مدد چار ہزار جنگجوؤں کے ذریعہ کی ہے اس میں چار آدمی ایسے ہیں جن میں کا ایک، ایک ہزار کے برابر ہے، یہ چار زبیر بن عوامؓ، عبادہ بن صامتؓ، مسلمہ ابن مخلدؓ اور مقداد بن اسودؓ ہیں، یہ تمام لوگ بہادر اور جنگ کے ہیرو ہیں۔

جب جمادی الآخر کے مہینہ میں عمرو بن العاصؓ کے پاس مدد پہنچی تو وہ اپنا لشکر لیکر شہر ''ہلیو بولیس'' چلے گئے اور رومیوں کا لشکر مسلمانوں سے جنگ کے لئے اس ہموار زمین میں آیا جو قلعہ اور شہر (عین شمس) کے درمیان میں واقع تھا اور عمرو بن العاص کے جاسوسوں نے اس پیش قدمی کی خبر ان تک پہنچائی، لہذا عمرو بن العاصؓ نے ایک ماہرانہ منصوبہ بندی تیار کی اور ان پر غالب آگئے اور باقی لوگ قلعہ بابلیوں میں پناہ لینے پر مجبور ہوگئے، مسلمانوں نے اس مضبوط قلعہ پر رومیوں کے منجنیق کی پرواہ کئے بغیر محاصرہ کو مضبوط کردیا اور قلعہ سے منجنیقوں کے حملوں کا شوق

شہادت، محبت جہاد اور اپنی بہادری اور دلیری کی وجہ سے دفاع کرتے رہے، اسی طرح سلسلہ وار جھڑپیں ہوتی رہیں، جس کی وجہ سے محصورین کی قوت وطاقت کمزور پڑتی جارہی تھی اور ایک مہینہ سے پہلے محاصرہ کے ختم ہونے کی امید نہ تھی، یہاں تک کہ مصر کے حاکم "مقوقس" کے اندر نا امیدی پیدا ہوگئی، چنانچہ اس نے صلح اور بات چیت کا مطالبہ کیا تو عمرو بن العاصؓ نے گفتگو کرنے والوں کی ایک جماعت عبادہ بن صامتؓ کی سربراہی میں بھیج دی اور اس بات کا مکلف بنایا کہ وہ صرف تین امور پر بات کریں گے اور ان میں سے ایک کو رومیوں کو اختیار کرنا ہوگا، وہ تین باتیں درج ذیل ہیں: (۱) اسلام قبول کرنا، (۲) مسلمانوں کو جزیہ دینے پر راضی ہونا، (۳) یا پھر جنگ، لیکن رومیوں نے پہلے دو کو نہیں مانا اور قتل وقتال جاری رکھنے پر جمے رہے۔

صلح کے ناکام ہوجانے کے بعد مسلمانوں نے جنگ ازسرنو شروع کی اور محاصرہ سخت کردیا، اسی دوران ہرقل کی موت کی خبر پہنچی جس کی وجہ سے قلعہ کے اندر کے لشکر کی ہمت پست ہوگئی اور نا امیدی بڑھتی گئی، اس وقت مسلمانوں کے عزائم پختہ ہوگئے اور ان کی طاقت بڑھ گئی، اور ان لوگوں نے بہادری اور جان نثاری کی انوکھی مثال پیش کی، سخت محاصرہ کے دوران زبیر بن عوامؓ رات کی تاریکیوں میں قلعہ کی دیوار پر چڑھ گئے اور ایک زینہ کے ذریعہ دیوار کے اوپر حصہ میں جا پہنچے ادھر رومیوں کو زبیرؓ کی تکبیر کے علاوہ کسی چیز کی خبر تک نہ ہوئی، اس تکبیر نے رات کی تاریکی کو جھنجھوڑ دیا، اور جلد ہی مسلمان یکے بعد دیگرے قلعہ پر چڑھنے لگے اور ان کی تکبیروں کی صدائے بازگشت نے رومیوں کے دل میں یاس وناامیدی بھر دی اور تکبیریں مسلسل جاری رہیں حتی کہ رومی پہلی ربیع الآخر کی صبح کو قلعہ کے قائد عمرو بن العاصؓ کے سامنے صلح پیش کرنے اور قلعہ چھوڑنے پر مجبور ہوگئے اور یہ مصر میں ایک نئے دور کے آغاز کا اعلان تھا اور جس کا نتیجہ ہے کہ آج تک مصر میں اسلام کا پرچم لہرا رہا ہے۔

یہ دوسرا صفحہ اس بات کو واضح کرتا ہے کہ تاریخ کے جس دور میں بھی داعی اور مجاہد صحابہ

رہے، انہوں نے شہروں کو آزاد کرایا اور سرکشوں کی ظلم وزیادتی سے گھروں کو پاک کیا اور لوگوں کو روم کی آخری قلعوں میں بھی اللہ کی شریعت کے مطابق پاکیزہ زندگی گذارنے کا موقع دیا، فتنہ واختلافات کی چھوٹی سے بھی تاریخ نہیں ملتی ہے جس کو اللہ نے ہمارے ذریعہ پاک نہ کیا ہو، بلکہ ہم اپنی زبانوں کو پاک کرنے کے زیادہ محتاج ہیں جیسا کہ خلیفہ عمر بن عبدالعزیزؒ نے فرمایا کہ ہم ان شہروں کو پہلے کی طرح واپس لائیں گے جس میں عدل وانصاف اور ربانی میزان کے ذریعہ فیصلے کئے جائیں گے، مسلم اور غیر مسلم رعایا کے حقوق کی زندگی کے ہر شعبہ میں حفاظت کی جائے گی، کسی طرح کا ظلم واستبداد اور فساد وغیرہ برپا نہیں ہوگا۔

پنجم: مغرب کی جانب داعیوں کی ہجرت

لیبیا، تونس، جزائر، مغرب کا فاتح صحابی جلیل عقبی بن نافع بن عبدالقیس الفہری ہیں، آپ کی پیدائش ہجرت کے ایک سال پہلے ہوئی، آپ کے والد محترم پہلے اسلام قبول کر چکے تھے اسی وجہ سے عقبی کی پرورش خالص اسلامی ماحول میں ہوئی اور ان فتوحات اسلامی کے میدان میں عقبی بن نافع کا نام نمایاں نظر آتا ہے جو فتوحات خلیفہ عمر بن الخطابؓ کے زمانہ میں پوری قوت وطاقت کے ساتھ شروع ہوئی، عقبی اور آپ کے والد نافع اس لشکر میں شریک ہوئے جو مصر فتح کرنے کے لئے روانہ ہوا اور اس میں عمرو بن العاصؓ کو نمایاں حیثیت حاصل رہی، کیونکہ مغربی علاقہ کو فتح کرنے میں ان کا بہت اہم رول اور کردار رہا، اسی وجہ سے سخت سے سخت مہم آپ کے سپرد کئے گئے، آپ نے شمالی افریقہ کے فتح میں نمایاں قائدانہ رول ادا کیا۔

چنانچہ خطرناک ترین مہم ان کے سپرد کئے گئے، یعنی رومیوں اور ان کے اتحادی بربری قوم کے حملہ سے مصر کی مغربی اور جنوبی حدود کو محفوظ و مامون رکھنا، چنانچہ عقبی نے مسلمانوں پر کسی بھی اچانک ہونے والے حملہ کے مقابلہ کے لئے اعلی سطح پر ایک جنگی دستہ کی قیادت کی، عمرو بن

العاصؓ کے بعد مصر کے چند گورنروں نے آپ ہی کے طریقۂ کار کو اپنایا، ان میں سے عبد اللہ بن ابی سرح، محمد بن ابو بکر، معاویہ بن حدیج وغیرہ ہیں، ان تمام گورنروں نے اپنے زمانہ میں عقبی بن نافع کو ایک کامیاب اور ماہر قائد کے طور پر تسلیم کیا۔

عقبی بن نافع اپنے پرخطر عہدہ پر عثمان بن عفانؓ اور علی بن ابی طالبؓ کی خلافت کے دوران برقہ کے اسلامی قائد کے طور پر مامور رہے اور مسلمانوں کے درمیان ہونے والے فتنوں کے واقعات کو بذات خود دور کیا، آپ کی مشغولیت اللہ کے راستہ میں جہاد کرنا اور بربری علاقہ میں اسلام کو پھیلانا اور روم کی سرکوبی کرنا ہوگئی، جب حکومت پائیدار ہوگئی اور معاویہ بن حدیج مصر کے گورنر ہو گئے، انہوں نے سب سے پہلے اسلامی فتوحات کو جاری رکھنے کی غرض سے مضبوط اور نئے جہادی حملہ کی ابتداء کے لئے عقبی بن نافع کو شمالی افریقہ بھیجنے کی تجویز پاس کی۔

چونکہ مسلمانوں کے درمیان فتنہ برپا ہونے کے بعد کچھ شہروں نے مسلمانوں کی تقلید چھوڑ دی تھی، ان میں شہرودان، افریقہ، جرمہ اور قلعہ خاواہیں، بہر کیف بہادر عقبی بن نافع اور ان کے جانباز سپاہی ان علاقوں تک پہنچے جہاں کے لوگوں نے مسلمانوں سے غداری کی تھی پھر ان کی اچھی طرح اصلاح کی۔

حضرت عقبیؓ ان علاقوں کو جو مصر کے مغربی سرحد سے افریقہ اور تیونس تک پھیلے ہوئے ہیں، دشمنوں اور مخالفوں سے پاک کرنے کے بعد، ان رومی منظم اور بڑے لشکروں کے خلاف وسیع وعریض صحراء میں سخت جنگ کے مقابلہ کے لئے معمولی فوج کے ساتھ گئے، حالانکہ رومی لشکر ایسے تھے کہ ان سے صحراء میں جنگ کرنے کی طاقت مسلمانوں میں نہ تھی، لیکن عقبی بن نافع اور ان کے جانباز لشکروں نے شمالی افریقہ کے علاقوں کو روم کے مختلف حامیوں اور پھیلی ہوئی بربری قوم سے پاک کیا، اس کے بعد عقبیؓ نے شمالی افریقہ کے علاقہ شہر قیروان کی تعمیری تجویز پاس کی، تاکہ ایک ایسی جگہ ہوجائے جس میں مسلمانوں کی پیش قدمی اور امن وصلح کی شرائط وغیرہ کے

متعلق باتیں پیش کی جائیں اور جنگ کے زمانہ میں یہ شہر ساز وسامان اور جنگی ہتھیار رکھنے کی جگہ ہو جائے اور اسلام کے پھیلنے کا ایک علمی منارہ بن جائے۔

اس کے بعد عقبی بن نافع نے اسلامی فتوحات کی کارروائی وہاں سے شروع کی جہاں پر ابومہاجرؓ نے چھوڑا تھا اور مہاجرؓ (وہ شخص ہیں جنہوں نے اسلامی فتوحات میں نمایاں قائدانہ رول ادا کیا، اللہ کی خوشنودی کی خاطر ان کی قیادت کی مثال پیش کی جاتی ہے) یعنی شہر ''طنجہ'' جو فتوحات کے دوسرے علاقے ہیں۔

چنانچہ عقبی بن نافع نے شہر ''طنجہ'' اور اس کے اردگرد علاقہ میں جہاد جاری رکھنے کا فیصلہ کیا، خصوصاً اس وجہ سے کہ مغرب وسطی میں رومیوں کے حامی بہت زیادہ تھے۔

حضرت عقبیؓ اور ان کے جانباز سپاہی شہر قیروان سے روانہ ہوئے، انہیں کسی نے روکا تک نہیں اور نہ ہی کسی لشکر نے ان سے دفاع کیا، تمام لوگ راہ فرار اختیار کر رہے تھے جب بھی دشمن کسی جگہ اکٹھا ہوئے تو عقبہ اور ان کا لشکر بجلی کی طرح ان پر ٹوٹ پڑتا، لہذا انہوں نے شہر ''باغایہ'' کو فتح کرلیا پھر شہر ''تلمسان'' کا رخ کیا، جو کہ مغرب وسطی کے بڑے شہروں میں سے ایک ہے، وہاں پر رومیوں اور بربر کافروں کا بہت بڑا لشکر تھا سخت گھمسان کی لڑائی شروع ہوگئی، اس جنگ میں رومی اور بربری قوم نے زبردست لڑائی کی، مسلمانوں پر ایک دن بہت ہی سخت گزرا، یہاں تک کہ اللہ تعالی نے مسلمانوں کی مدد کی اور دشمن پیٹھ پھیر کر علاقہ ''زاب'' میں پناہ لینے پر مجبور ہوگیا۔

حضرت عقبیؓ نے علاقہ ''زاب'' کے عظیم شہر کے بارے میں پوچھا تو ان سے بتایا گیا کہ سب سے عظیم شہر، شہر ''اربہ'' ہے یہ ملک کا پایۂ تخت ہے اس کے اردگرد تین سو ساٹھ آباد بستیاں ہیں، چنانچہ عقبیؓ نے اسے فتح کرلیا یہاں تک کہ رومی ان کے سامنے سے خوف زدہ کی طرح بھاگنے لگے، اس کے بعد عقبیؓ شہر ''تاہرت'' کوچ کر گئے اور اتحادی رومیوں نے بت

پرست بربری قبائل کی مدد کی اور وہ ان کے ساتھ شامل ہو گئے، چنانچہ عقبیؓ اپنے لشکر میں ایک ماہر خطیب کی حیثیت سے کھڑے ہوئے اور انہوں نے یہ کہا: تمہارے لئے خوشخبری ہے کیونکہ جب دشمنوں کی کثرت ہوگی تو اگر اللہ نے چاہا تو وہ ضرور ذلیل ورسوا ہوں گے۔

اللہ تمہیں دشمنوں کے سپرد نہیں کرے گا تم ان سے صدق دل سے لڑو، کیونکہ اللہ تعالیٰ مجرم قوم کے خلاف تمہاری طاقت بڑھا دے گا، چنانچہ عقبیؓ نے ان مختصر کلمات کے ذریعہ اپنی قوم کی غیرت کو جوش دلایا اور بعد میں آنے والی نسل کے لئے مجاہد کی حقیقی دعوت کے تعلق سے ایک موثر سبق بھی دیا۔

مسلمان اپنے دشمنوں سے نبرد آزما ہوئے اور ان سے سخت جنگ وجدال کیا اور اس کا نتیجہ اس وقت ظاہر ہوا جب مسلمانوں کے حوصلے بلند ہوئے، مسلمانوں نے اپنی عادت کے مطابق فتح پا لیا، حضرت عقبیؓ وہاں سے چل کر مقام ''طنجہ'' پہنچے، چنانچہ وہاں جولیان نامی روم کا ایک خاندان ان سے ملا اور ان کی اطاعت قبول کر لی نیز جزیہ بھی دیا پھر عقبیؓ نے کافروں کے دوسرے قلعوں کا رخ کیا (اور یہ قلعہ مغرب میں شہر ''سوس'' ہے) عقبی بن نافع ان کی طرف اس سخت طوفان کی طرح متوجہ ہوئے جو اللہ کے حکم سے ہر چیز کو تباہ وبرباد کر دیتا ہے اور ان شہروں میں تمام بربری علاقوں کو شکست دیتے ہوئے داخل ہو گئے، اپنے لشکر کے ساتھ بحر اٹلانٹک پہنچ گئے پھر بحر اٹلانٹک میں اپنے گھوڑے کے ساتھ کود پڑے اس کے بعد انہوں نے سچے اور ایسے غیرت مند مومن کی آواز میں (جس نے اپنی پوری زندگی خدمت اسلام کے لئے صرف کر دی ہو) یہ جملہ کہا: اے میرے رب اگر یہ سمندر نہ ہوتا تو میں ان شہروں میں تیری خوشنودی کی خاطر جہاد کرتے ہوئے داخل ہو جاتا، اے اللہ تو گواہ رہ کہ میں نے کوئی کسر نہیں چھوڑی، اگر یہ سمندر نہ ہوتا تو میں دن میں شہروں میں داخل ہو جاتا اور کافروں کو قتل کر دیتا یہاں تک کہ تیرے سوا کسی کی عبادت نہیں کی جاتی۔

ان سچے نفوس، مومن دل اور عظیم ارادوں کی وجہ سے چاروں طرف اسلام پھیلا، نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام میں سے یہ فرد واحد ہے جس نے فتح مصر میں حصہ لیا، پھر مغرب کے تمام شہروں کو پوری قوت ایمانی، صبر و استقلال اور مصیبت و پریشانی کے ساتھ کیے بعد دیگرے فتح کیا، سوائے سمندر کے اسے کوئی نہیں روک سکا، پھر خواہش کے مطابق شہید ہوگئے، اس دور میں ہم ان بہادروں کے مقابلہ کس درجہ میں آتے ہیں؟ اور ہمارا کام کیا داعیوں کا ہے یا حاکموں کا؟

ششم: اندلس کی طرف داعیوں کی ہجرت:

اللہ کے فضل وکرم سے جب مسلمانوں نے سوائے شہر ''سبتہ'' کے مغرب کے تمام شہروں کو فتح کرلیا، شہر ''سبتہ'' کے فتح نہ ہونے کی وجہ یہ ہوئی کہ وہاں کا بیدار مغز حاکم کونت بولیان حکومتی طاقت کی وجہ سے مسلمان فاتحین کے فتوحات میں روڑا بن گیا۔

جس وقت موسیٰ بن نصیر اندلس کو فتح کرنے اور ان کے تنگ راستوں کو عبور کرنے کے بارے میں سوچ رہے تھے تو اللہ تعالیٰ نے اسباب مہیا کردیا، چنانچہ موسیٰ بن نصیر خلیفہ کے مشورہ کے بعد سمندر پار کر کے اسپین جانے کے لئے ایک چھوٹے سے حملہ کی تیاری کی، وہ لشکر پانچ سو سپاہیوں پر مشتمل تھا، اس کا قائد طریف بن مالک نامی بربری شخص تھا تاکہ وہ معاملات کی جستجو اور سرزمین اسپین کی تفتیش کرے۔

چنانچہ یولیان نے اس حملہ کے لئے چار کشتیوں کو اسپین بھیجا، ان کشتیوں نے سمندر پار کر کے جزیرہ ''طریفا'' میں پڑاؤ ڈالا، اس جزیرہ کی نسبت حملہ کے قائد کی جانب کی جاتی ہے یہ معرکہ رمضان کے مہینہ میں سرسبز وشاداب جزیرہ میں ہوا اور بہت سارے مال غنیمت ہاتھ آئے اور اسپین کی حالت خستہ ہوگئی، پھر قافلہ مغرب واپس آگیا اس جنگ کے قائد نے موسیٰؒ کے سامنے حملہ کے نتائج پیش کئے۔ تقریباً ایک سال کا عرصہ گزر جانے کے بعد اندلس نے مقام ''طریف''

پر دوبارہ حملہ کردیا، ادھر موسیٰ بن نصیر حملہ کی تیاری کر چکے تھے انہوں نے اپنا لشکر جمع کیا اور کشتی تیار کی اور عظیم مہم کے لئے قائد اعظم طنجہ کے گورنر طارق بن زیادہ کو منتخب کیا، طارق بن زیاد اصلاً بربری تھے، ان کے باپ اسلام میں داخل ہوئے چنانچہ آپ کی پرورش ایک صالح اور نیک مسلمان کی طرح ہوئی، ان کی جنگی صلاحیتوں نے ان کو آگے بڑھایا اور ان کے کمالات نے انہیں بڑے فاتح موسیٰ بن نصیر کا معتمد بنادیا، چنانچہ انہوں نے اندلس پر نئے حملہ کی قیادت ان کے سپرد کردی۔

طارق بن زیاد سات ہزار جنگجوؤں کو لے کر نکلے ان میں اکثریت مسلم بربریوں کی تھی، بحر متوسط کو پار کر کے اسپین پہنچے اور اسلامی لشکر رجب کے مہینہ میں ایک پہاڑ کے پاس جمع ہوا، جو پہاڑ بعد میں جبل طارق کے نام سے مشہور رہوا، اسلامی لشکر یولیان کے تعاون سے پڑوسی علاقہ کو پار کرتے ہوئے مغرب پہنچا اور سرسبز وشاداب جزیرہ کے صوبوں پر چڑھائی کر کے اس کے قلعہ کو قبضہ میں لے لیا۔

طارق بن زیاد اپنی فوج کو لے کر شمالی علاقہ میں طلیطلہ کی جانب چلے اسی وقت ''لذریق'' نے اپنی تیاری مکمل کرلی اور ایک لاکھ پر مشتمل بہت بڑا لشکر جمع کیا اور اس کو ہتھیار سے مسلح کر کے مسلمانوں سے لڑنے کے لئے جنوب کی طرف روانہ ہوا، قابل اطمینان سامان اور مکمل تیاری ہونے کی وجہ سے اسے فتح کی پوری امید تھی، جب طارق بن زیاد کو اس لشکر کی خبر پہنچی تو انہوں نے موسیٰ بن نصیرؒ کو خبر دی اور ان سے مدد طلب کی، انہوں نے اسی وقت قابل وماہر جنگجوؤں پر مشتمل پانچ ہزار فوج روانہ کردیا، چنانچہ اس کی وجہ سے مسلمانوں کی تعداد بارہ ہزار ہوگئی۔

یہ طوفان خیز جنگ رمضان المبارک کے مہینہ میں شروع ہوگئی اور آٹھ دنوں تک سرگرم رہی، اس دوران مسلمان مصیبتوں سے آزمائے گئے، لیکن وہ لوگ جنگ میں مضبوط پہاڑ کی طرح

جمے رہے، نصرانیوں کی طاقت اور اس کے عظیم لشکر سے خوف زدہ نہ ہوئے، جب مسلمانوں کی معمولی تعداد کا ٹکراؤ دشمنوں کے عظیم لشکروں کے ساتھ ہوا تو مسلمانوں نے پورے ایمانی قوت، یقین اور اللہ کے راستہ میں شہادت، عمدہ نظم ونسق، ماہرانہ منصوبہ بندی اور پوری دلیری و بہادری سے کام لیا، چنانچہ اللہ نے دشمنوں کے خلاف ان کی مدد کی اور ان کے ذریعہ اسلام کو مستحکم کیا۔

اس فتح کے بعد طارق بن زیاد نے فرار اختیار کرنے والے شکست خوردہ فوج کا تعاقب کیا اور فوج فاتحانہ انداز میں بقیہ شہروں کے اندر داخل ہوگئی، شمال میں کسی بھی سخت مقابلہ کی ضرورت نہیں پڑی اور طلیطلہ کے راستہ میں شہروں کو فتح کرنے کے لئے انہوں نے ایک چھوٹا سا حملہ کیا، اور آپ نے مغیث رومی کو سات سو شہسواروں کے ساتھ قرطبہ بھیجا وہ وہاں کے قلعہ میں داخل ہو گئے اور بغیر کسی پریشانی کے اس پر غلبہ حاصل کرلیا اور غرناطہ، بیرہ اور مالقہ میں چھوٹے چھوٹے دستوں کو بھیجا اور فتح نصیب ہوئی۔

طارق بن زیاد باقی لشکروں کو لے کر اندلس کے کوہستانی سلسلہ کو پار کرتے ہوئے طلیطلہ پہنچے، یہ جگہ میدان جنگ سے سات سو کلومیٹر سے زیادہ دوری پر واقع تھی، جب آپ وہاں پہنچے تو وہاں کے باشندے شمال کی طرف اپنے مال واسباب لے کر راہ فرار اختیار کر چکے تھے، صرف چند باشندے بچ گئے، ان پر طارقؒ نے غلبہ حاصل کرلیا اور ان کو وہیں باقی رکھا اور وہاں کے باشندوں کے لئے ان کے گرجا گھروں کو چھوڑ دیا اور ان کے پادریوں کو مذہب کی آزادی دی، پھر طارق بن زیاد نے شمال میں حملہ کیا اور قشتالہ کو پار کر کے مقام ''لیون'' تک پہنچے اور اپنے مہم کو جاری رکھتے ہوئے ''خیخون'' بندرگاہ کے قریب پہنچے، جو خلیج ''بسکونیہ'' میں واقع ہے، جب طلیطلہ واپس لوٹے تو فتح کو روکنے کے لئے موسیٰ بن نصیر کا فرمان ملا تاکہ بڑی تعداد میں فوج وہاں پہنچ جائے اور فتح کامل نصیب ہو۔

موسیٰ بن نصیر اندلس میں اسلامی لشکر لگاتار بھیجتے رہے، معرکہ میں آدھے سپاہیوں کے

شہید ہوجانے کے بعد انہیں مدد کی سخت ضرورت محسوس ہوئی تو انہوں نے طارق بن زیاد کو جنگ روکنے کا حکم دیا (حالانکہ مسلمان نامعلوم علاقہ میں داخل ہونے کے حریص تھے) اور یہ کہا کہ مغرب میں امداد کے مراکز سے دور نہ ہوجائیں، پھر موسیٰ بن نصیر دس ہزار عرب اور آٹھ ہزار بربری لشکر کے ساتھ رمضان کے مہینہ میں سرسبز وشاداب جزیرہ میں پہنچے اور اپنے لشکر کو لے کر اس راستہ سے ہٹ کر چلے جس طرف سے طارق بن زیاد چلے تھے، تاکہ نئے شہر کی فتح کا شرف انہیں حاصل ہو، چنانچہ مقام ''شذونہ'' کو فتح کیا پھر ''قرمونہ'' کا رخ کیا جو اس وقت اندلس کا سب سے مضبوط پناہ گاہ تھا اور اسے اپنے قبضہ میں لے لیا۔

اس کے بعد آپ نے اشبیلیہ اور ماردہ کا رخ کیا، دونوں پر آپ نے قبضہ کرلیا، پھر آپ نے شہر طلیطلہ کا قصد کیا جہاں طارق بن زیاد سے ملاقات ہوئی۔

طلیطلہ میں دونوں قائد تھوڑا آرام کرنے کے بعد فتح کے لئے دوبارہ چل پڑے اور مشرقی شمالی علاقہ میں داخل ہوگئے اور صوبہ ''اراجون'' کو بھی قبضہ میں لے لیا اور شہر سرقطہ، رکونہ، برشلونہ اور دوسرے شہروں کو بھی فتح کرلیا پھر دونوں فاتح علاقہ کے اندر داخل ہوگئے، چنانچہ طارقؒ مغرب کی جانب چل پڑے اور موسیٰؒ نے شمال کا رخ کیا، اسی دوران کہ وہ دونوں فتح وغلبہ میں مشغول تھے کہ اموی خلیفہ ولید بن عبدالملک نے پیغام بھیجا اور ان دونوں کو دمشق لوٹنے کا حکم دیا، چنانچہ فتح کا سلسلہ وہیں رک گیا جہاں تک یہ دونوں قائد پہنچے تھے اور یہ دونوں فاتح، فتح میں شریک عبدالعزیز بن موسیٰ بن نصیر کی قیادت میں مسلمانوں کو اندلس ہی میں چھوڑ کر دمشق واپس آگئے، مالقہ اور بلنسہ کے ساحلی علاقوں کو بھی ان کے سپرد کردیا، انہوں نے ''اشبیلیہ'' اور باجہ میں انقلاب کی چنگاری کو بجھادیا اور مفتوحہ شہروں کے معاملہ میں بہت زیادہ نرمی اور درگذر کا معاملہ اختیار کیا۔

اندلس کی اسلامی تاریخ کا آغاز اس وقت سے ہوتا ہے جب طارق نے اسے فتح

کیااور اندلس میں اسلامی دین اورعربی زبان آنے لگی اور پورے آٹھ صدی مسلمانوں کا وطن رہا، اس دوران تہذیب وثقافت کا گہوارہ اور علم وتمدن کا مرکز رہا اور داعیوں کے حاکموں میں بدل جانے کے بعد اندلس کا آخری قلعہ غرناطہ اسپینی عیسائیوں کے قبضہ میں آگیا۔

یہ ان حاکموں کے عیش وآرام کی زندگی اور خوشحال حالت پر ایک مضبوط دلیل ہے، جنہیں داعیوں کالقب ملا ہوا تھا اور اللہ کے طریقے اور تاریخی حقائق سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ہمیں سیرت کے واقعات کو دیکھ کر بنیادی تبدیلی کی سخت ضرورت ہے تاکہ نصف دیندار وں، چوتھائی حصہ دعویداروں اور آٹھ گنا نفع کمانے والوں کو تسلی ہو جائے جو اس دین کی دعوت دینے کا دعوی کرتے ہیں اور اپنے دشمنوں کی عزت وآبرو کو تارتار کرنے کے لئے چھوڑ دیتے ہیں، دشمنان دین زمین پر قابض ہو جاتے ہیں، جبکہ یہ لوگ اپنے باغیرت اورقربانی دینے والے اسلاف کی ہجرت اور جہاد کے حقائق سے اندھیرے میں رہتے ہیں، چنانچہ اللہ تعالی نے ان کے ذریعہ مضبوط قلعوں کو فتح کرایا اور مغربی یورپ اسلامی تہذیب وثقافت کے گہوارہ میں تبدیل ہوگیا، لیکن آج حاکموں کے زیرنگرانی یورپ یہودیوں کی سرزمین اور حاکموں کی سیر وتفریح کا مرکز بن گیا ہے۔

ہفتم: سندھ وہند کی جانب داعیوں کی ہجرت

ہندوستان وسندھ کے فتح کا فضل اللہ کے بعد دونوں عظیم قائد محمد بن قاسم الثقفی اور محمود غزنوی پر لوٹتا ہے، محمد بن قاسم الثقفی طائف کے ایک مشہور گھرانہ میں پیدا ہوئے اور اپنے والد کے ساتھ بصرہ منتقل ہوگئے، وہیں پلے بڑھے اور فوجی ٹریننگ حاصل کی، یہاں تک کہ سترہ سال سے کم عمر میں ہی مشہور ومعروف قائدین میں آپ کا شمار ہونے لگا، محمد بن قاسم سندھ کے بارے میں بہت زیادہ سنتے تھے، بیان کیا جاتا ہے کہ ایک عربی کشتی جزیرۂ یاقوت (شہر سیلان) سے آرہی

تھی جس پر وہ مسلمان عورتیں سوار تھیں جن کے آباء واجداد اس دنیا سے رحلت فرما گئے تھے اور ان کا کوئی دیکھ بھال کرنے والا نہ تھا، چنانچہ ان لوگوں نے عراق میں قیام کی غرض سے سفر کا فیصلہ کیا اسی دوران کہ جب کشتی شہر سندھ کے دیبل نامی بندرگاہ سے گزر کر بصرہ جارہی تھی کہ اچانک سندھ کے قزاقی (سمندری ڈاکو) نکلے اور اس پر قبضہ کرلیا۔

اس واقعہ کی وجہ سے عملاً حجاج نے پورے سندھ کو فتح کرنے کا فیصلہ کیا اور محمد بن قاسم ثقفی کو اسلامی لشکر کا قائد بنایا اور انہوں نے میدان جنگ کی ساری ضروریات کو تیار کیا۔

محمد بن قاسم ثقفی چھ ہزار جنگجوؤں پر مشتمل لشکر کو لے کر عراق سے شیراز کے لئے روانہ ہوگئے اور وہاں مزید چھ ہزار سپاہی مل گئے، اس کے بعد سندھ کا رخ کیا، دو سالوں تک ایک ایک شہر کو یکے بعد دیگرے فتح کرتے رہے، یہاں تک کہ آپ کی قیادت والی عربی لشکر کا مڈبھیڑ ایک خونریز معرکہ میں راجا داہر کی قیادت والے سندھی لشکر کے ساتھ ہوگئی اور باطل کے خلاف حق غالب آگیا لہذا مسلمانوں کو مشرکوں کے مقابلہ میں فتح حاصل ہوئی اور میدان جنگ میں سندھ کا راجا مارا گیا اور پایۂ تخت سندھ عربوں کے قبضہ میں آگیا، محمد بن قاسم شہر سندھ کے بقیہ علاقوں میں اپنے فتوحات کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے اس کے آخری حصہ میں پہنچ گئے، اس وقت سندھ و پنجاب یعنی موجودہ پاکستان میں پہلی عربی حکومت قائم ہوئی۔

سندھ برابر اسلامی حکومت کے تابع رہا اور مسلمانوں نے مفتوحہ علاقہ کی حفاظت کی اور اپنی حکومت کے دائرہ کو تھوڑا وسیع کرکے کچھ علاقہ کو مزید اپنے ساتھ جوڑلیا، یہاں تک کہ مسلمان اس علاقہ پر قابض ہوگئے جو کابل، کشمیر اور ملتان کے درمیان واقع ہے، صوبۂ افغانستان میں "غزنہ" اس سامانی حکومت کے ماتحت تھا جو خراسان اور ماوراء النہر پر حکومت کرتی تھی اور وہاں کا گورنر انہیں کے لوگ ہوتے تھے، تقدیر کا منشا یہ ہوا کہ غزنہ کی ولایت "سبکتگین" کے پاس چلی گئی، وہ بلند ہمتی، نادر صلاحیت اور بڑی اولوالعزمی کے ساتھ کام انجام دیتے تھے، چنانچہ پڑوسی

شہروں پر اپنا تسلط قائم کرنے میں کامیاب ہوگئے اور ہندوستان میں غزوات کا سلسلہ شروع کر دیا۔ بہت سارے قلعوں اور پناہ گاہوں پر قابض ہوگئے، حتی کہ مغربی ایشیا کے جنوبی علاقہ میں ایک بڑی حکومت کی بنیا درکھ دی اور آپ کی وفات ہوگئی۔

سبکتگین کی وفات کے بعد ان کا بیٹا اسماعیل جانشیں ہوا، اس کے بعد اس کا بھائی محمود، انہوں نے ایک ایسے نئے دور کا آغاز کیا جسے اس سے پہلے علاقہ نے کبھی نہیں دیکھا تھا، ابھی محمود کی حکومت پائیدار بھی نہ ہونے پائی تھی کہ انہوں نے فتوحات کی وسیع سرگرمی کی ابتداء کر دی اور اس بات کو ثابت کر دیا، وہ تاریخ اسلام کے بڑے فاتحین میں سے ایک ہیں، یہاں تک کہ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ان کی فتح مساحت میں عمر بن الخطابؓ کی فتوحات کے برابر ہے۔

محمود غزنویؒ اپنی حکومت کے ابتدائی دور کو اس ''سامانیا'' حکومت کے مطابق (جو کمزور ہوگئی تھی) اپنی حکومت کی توسیع میں گزاردی اور اس کی تکمیل مقام ''مرو'' میں فیصلہ کن جنگ کے دوران عبدالملک بن السامان پر غلبہ کے بعد جمادی الاولی میں ہوئی اور خراسان اسلام کے ماتحت ہوگیا، پھر آپ نے حکومت ''بوہیہ'' کا مقابلہ کیا اور ان سے ''ری''، شہر ''جبل'' اور ''قزوین'' کا علاقہ چھین لیا۔

پھر ہندوستان میں متعدد حملے ہوئے جس کی تعداد سترہ سے زیادہ بتائی جاتی ہے اور محمود غزنوی بغیر اضمحلال کے تقریباً ستائیس سال تک جنگ کرتے رہے اس کی ابتداء اس وقت ہوئی جب آپ نے دس ہزار جنگجوؤں پر مشتمل ایک لشکر کی قیادت کی اور شہر پشاور میں ہندوستان کے ایک بادشاہ جو پال کے لشکر کے ساتھ جنگ ہوئی اور آپ کو بہترین فتح نصیب ہوئی اور راس ہندوستانی بادشاہ کو قید کر لیا گیا جو اپنی شکست اور عار برداشت نہ کر سکا، جب محمود غزنوی نے اسے بڑی رقم کے عوض میں چھوڑ دیا تو اس نے خودکشی کر لی۔

غزنوی کے حملے جاری رہے اور ہر مرتبہ فتح حاصل ہوئی تھی اور ان کی حکومت میں ایک

نئے علاقہ کا اضافہ ہوتا تھا۔

مفتوحہ علاقہ کے لوگوں میں اسلام کی خوشخبری دیتے تھے، بہت زیادہ مال غنیمت حاصل ہوتا یہاں تک کہ ہندوستان میں شہر گجرات کو فتح کرلیا اور پھر شہر ''سومنات'' کا قصد کیا، جہاں ہندوستان کا سب سے بڑا مندر تھا اور اس میں ایک مجسمہ تھا جس کا نام سومنات تھا، ہندو اس کی تعظیم کرتے تھے اور ہر قسم کی عمدہ چیزوں کا چڑھاوا پیش کرتے تھے اور اس کے پجاریوں پر بے دریغ مال خرچ کرتے تھے، شہر ''سومنات'' بحر عرب کے ساحل پر جنوبی گجرات میں واقع ہے، چنانچہ غزنویؒ اس مہلک صحراء کو پار کر کے یہاں تک پہنچے اور مندر پر دھاوا بول دیا اور اس جم غفیر کو شکست دی جو مندر کو بچانے کی کوشش کر رہے تھے، ہزاروں ہندو مارے گئے اور مندر مسلمانوں کے قبضہ میں آ گیا، آپ ''غزنہ'' واپس آ گئے، سومنات مندر کے انہدام کی یاد ہندوؤں کے ذہن میں کئی سالوں تک رہی، یہاں تک کہ جب ہندوستان آزاد ہوا اور جب داعیوں کی ہجرت حاکموں میں تبدیل ہوگئی تو ہندوؤں نے اس مندر کو از سر نو بنانے کا ارادہ کیا۔

محمود غزنوی کی کوششوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ انہوں نے شمالی برِاعظم کو فتح کیا اور کابلستان، ملتان اور کشمیر کے علاقہ کو فتح کیا اور پنجاب کو بھی اپنا ماتحت بنایا، ہندوستان کے کچھ علاقوں میں اسلام پھیلایا اور اپنے بعد آنے والوں کے لئے ایک راستہ ہموار کردیا، کبھی کبھی مسلمان مورخوں کی نظر ان کے کارناموں پر پڑتی ہے تو انہیں تعجب ہوتا ہے، کیونکہ ان کی فتح کا دائرہ وہاں تک پہنچ گیا جہاں اسلامی دور میں پرچم نہیں لہرا اور نہ کسی آیت اور سورت کی تلاوت کی گئی اور آپ نے بت خانہ کے بدلہ مساجد قائم کئے۔

بادشاہ محمود غزنوی نے مرتے دم تک اپنی کوششوں کو جاری رکھا اور آپ دو سال تک بیمار رہے، اس کے باوجود لوگوں سے حجاب نہیں کرتے تھے، یا بیماری انہیں اپنی رعایا کی خبر گیری سے نہیں روکتی تھی یہاں تک کہ ایک وسیع حکومت کی بنیاد ڈالنے کے بعد ربیع الاول میں اپنے

خالق حقیقی سے جا ملے، اس حکومت میں ایران، ماوراء النہر اور تمام شمالی ہند شامل تھا اور ایک ایسے دین کی بناڈالی جس کے متبعین برابر ہندوستان میں موجود رہے۔

ہندوستان وپاکستان اور افغانستان کے لاکھوں مسلمان ان بے مثال داعیوں کے پروردہ ہیں، جیسے محمد بن قاسم الثقفی، محمود غزنوی وغیرہ جن کی ہمت بہت ہی بلند تھی اور جن کی کوشش یہ تھی کہ نور ایمانی، خیر وبرکت، احسان وسلوک پوری سرزمین میں عام ہوجائے اورتقریباً مصنف علماء اور مورخین کا خوف ودہشت غیر مسلموں میں بھی باقی رہے، لیکن جب داعی حاکم میں تبدیل ہوگئے تو وہ جاہ ومنصب، شہوت وخواہشات کی جستجو میں لگ گئے، حالت بہت خستہ ہوگئی، انتشار عام ہوگیا اور اسلام ومسلمانوں پر انقلاب کے دور گزرے، گویا کہ یہ بے مثال داعی اپنی قبروں میں مسلمانوں کی ان خستہ حالت اور تباہی وبربادی پر کراہ رہے ہیں اور تمنا کررہے ہیں کہ اے کاش وہ دنیا میں دوبارہ لوٹ آتے اور اسلام کی مجد وشرافت کو واپس لاتے اور حاکموں کو بہادری اور عزت وشرافت کا پختہ درس دیتے۔

ایک آدمی محمد بن قاسم الثقفی نے اللہ کے فضل وکرم سے جمود وتعطل کو حرکت دیا، واقعات کو تبدیل کردیا اور پاکستان فتح کرنے کے لئے لشکر کو اکٹھا کیا، چنانچہ وہ لوگ جنوبی ہند میں داخل ہوگئے تاکہ وہ سچے داعیوں کی ہجرت پر ایک یادگار نشانی اور سست حاکموں کو قابل التفات چھوڑ جائیں تاکہ وہ لوگ ان فاتحین کے طریقہ کی اتباع کریں جبکہ ان کی آرزو پورے ہندوستان کو فتح کرنے کی تھی لیکن پوری نہ ہوسکی، کیونکہ اللہ تعالی نے یہ مقدر کررکھا تھا کہ ان کے چند سالوں کے بعد تمام ہندوستان کی فتح کے لئے محمود غزنوی آئیں گے اور اسلام تن تنہا لمبے عرصہ تک اس سرزمین پر قائم ودائم رہے گا جو فکر وعقائد اور تہذیب وثقافت سے لبریز ہے، تاکہ یہ لوگ اللہ رب العزت کی وحدانیت کو قبول کرکے ایک اسلامی نظام کے تحت متحد ہوجائیں اور جب صدیاں گزر گئیں، زمانہ طویل ہوگیا، دل سخت ہوگئے، مسلمان کمزور وسرکش اور منقسم ہوگئے بلکہ

اللہ کو چھوڑ کر متعدد معبودوں کی عبادت ہونے لگی تو کیا حاکم ایسے وقت میں داعی بن سکتے ہیں؟ یہ ایک ایسی تمنا ہے اگر اللہ نے چاہا تو جلد ہی پوری ہو جائے گی۔

ہشتم: ماوراء النہر کی جانب داعیوں کی ہجرت:

ماوراء النہر کی نسبت نہر ''جیحون'' کی طرف کی جاتی ہے جو کہ فارسی اور ترکی بولنے والی قوم کے درمیان حد فاصل ہے اور شہر ماوراء النہر اس مغربی ترکستان کا ایک حصہ ہے جو اس وقت جمہوریہ ازبکستان اور تاجکستان میں ہے، اس علاقہ والوں کا عقیدہ زرادشتیہ تھا۔

الف- داعیوں کی ہجرت آذربیجان، ارمینیا اور خراسان کی جانب:

ولید بن عقبہؓ نے آذربیجان اور ارمینیا پر حملہ کیا تو وہاں کے لوگوں نے رکاوٹ ڈالنا چاہا کیونکہ عمر بن الخطابؓ کے زمانہ میں حذیفہ بن یمان سے صلح کر چکے تھے لیکن پھر بھی ان علاقوں کے باشندوں کو نئے سرے سے صلح کرنے پر مجبور ہونا پڑا، حبیب بن سلمہ مغربی ارمینیا کو فتح کرنے کے لئے گئے جب انہوں نے مدد طلب کی، چنانچہ ولید بن عقبہؓ نے سلمان بن ربیعہؓ کی قیادت میں آٹھ ہزار لشکر کو بھیجا۔

عمیر بن عثمانؓ نے خراسان کو فتح کرلیا، اسی طرح عبداللہ بن عمیر کابل پہنچ گئے اور کوفہ کے گورنر سعید بن العاصؓ خراسان کے ارادہ سے اپنے ساتھ حسنؓ، حسینؓ، عبداللہ بن عباسؓ، عبداللہ بن عمرؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ کو لے کر چلے، جبکہ بصرہ کے گورنر عبداللہ بن عامرؓ پہلے ہی خراسان پہنچ چکے تھے، چنانچہ سعیدؓ نے جرذان کا رخ کیا اور ان سے مصالحت کرلی، ۳۲ھ میں خلیفہ نے کوفہ کے گورنر سعید بن العاصؓ کو یہ لکھ بھیجا کہ سلمان بن ربیعہ نے باہلی کو علاقہ ''باب'' پر چڑھائی کے لئے بھیج دیا، چنانچہ سلمانؓ اور عبدالرحمٰنؓ روانہ ہوئے اور اپنے مخالفین کے خلاف زبردست جنگ لڑی اور

اس میں شہید ہوگئے، اس وقت مسلمان تتر بتر ہوگئے، اور اس جنگ میں حذیفہ بن یمانؓ بھی تھے، انہوں نے ارمینیا میں شام سے مدد طلب کی تو انہوں نے حبیب بن مسلمہ کی قیادت میں لشکر بھیجا، انہوں نے جنگ میں سلمانؓ کی مدد کی اور اللہ کے فضل وکرم سے وہ لوگ فتحیاب ہوگئے۔

ب- بخارا کی جانب داعیوں کی ہجرت:

قتیبہ کے زمانہ سے وہاں اسلامی فتوحات کا آغاز ہوا،قتیبہ بن مسلم الباہلی خراسان کے گورنر بن کر پہنچے اور لوگوں سے خطاب کر کے انہیں جہاد پر آمادہ کیا اور قتیبہ بخارا اور اس کے اردگرد پر حملہ کی تیاری کرنے لگے،مسلمان قیدیوں کو اس علاقہ کے حاکم "نیزک طرخان" سے آزاد کرالیا، پھر نہر "جیحون" کو پار کر کے مرو اور بخارا کے لئے روانہ ہوگئے، وہاں مقام صفد کے حاکم طرخان اور ترک کا حاکم کوربغانوں کی قیادت میں دولاکھ سے زیادہ فوج جمع ہوگئی، لیکن اللہ کے فضل سے دونوں کو شکست ہوئی۔

ج-سمرقند کی جانب داعیوں کی ہجرت:

جب قتیبہ بن مسلمؒ نے بخارا اور اس کے اردگرد علاقہ کو فتح کرلیا تو سمرقند پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا اور اپنے دل ہی دل میں کہتے تھے: اے سمرقند! کب تک تیرے اندر شیطان پلتے بڑھتے رہیں گے، خدا کی قسم تمہارے اندر سے ان کو نکال لینے کی کوشش میں کوئی کسر نہیں چھوڑوں گا، مسلمان جنگ کے لئے تیار ہوگئے اور مقام "بسالہ" میں غورک اور صفد کے حاکم ہشاش اور فرغانہ کے اتحادی لشکروں کے ساتھ مقابلہ ہوا اور انہیں ان کے خلاف فتح حاصل ہوئی۔

ان بادشاہوں نے صلح کی درخواست کی، چنانچہ قتیبہ بن مسلمؒ نے جزیہ پر صلح کرلیا اور ساتھ میں یہ بھی شرط لگادی کہ بت خانے توڑ دیئے جائیں گے، جنگ کرنے والے شہر سے دربدر

کر دیئے جائیں گے، مسجدیں بنائی جائیں گی، ممبر نصب کئے جائیں گے، اس بات پر صلح مکمل ہوگیا، ان لوگوں نے شہر خالی کر دیئے، مساجد تعمیر کی گئیں، اور قتیبہ نے ان کاموں کو پورا کیا جس پر صلح کیا تھا مسجد میں نماز پڑھی، خطبہ دیا، بتوں کو نکال باہر کیا گیا اور بت ایک دوسرے پر پھینک دیئے گئے، یہاں تک کہ ایک عظیم محل کی طرح ہوگیا پھر آپ نے اسے جلانے کا حکم دیا تو عجمی چیخنے اور چلانے لگے اور کہنے لگے کہ اس میں ایک پرانا بت ہے جو اسے جلائے گا ہلاک ہوجائے گا تو قتیبہ نے کہا: میں اسے اپنے ہاتھوں سے جلاؤں گا پھر ''غوزک'' اس سے روکنے کے لئے قتیبہ کے پاس آیا اور کہنے لگا اے امیر! یقیناً میں آپ کا خیر خواہ ہوں، آپ کا شکر میرے اوپر واجب ہے آپ ان بتوں کو نہ چھیڑیئے، قتیبہؒ نے ان کی پرواہ نہ کی اور کھڑے ہوکر آگ لیا اور اپنے ہاتھوں سے شعلہ زن کرنے لگے اور کہنے لگے، میں اسے اپنے ہاتھوں سے جلاؤں گا تم تمام لوگ سازش کرو اور اس طرف نہ دیکھو پھر آپ تکبیر کہتے ہوئے اس کو لے کر آگے بڑھے اور آگ میں ڈالدیا، چنانچہ وہ خاک ہوگیا۔

یہ وہ داعیان حضرات ہیں جن لوگوں نے صحراؤں کو طے کیا اور سمندروں ونہروں کو عبور کیا اور ان کی سوچ یہ تھی کہ سمرقند میں شیطان صفت انسان کب تک رہیں گے اور ان کی جنگیں شیطان اور اس کے لشکر کے خلاف، اسی طرح نفاق اور ان کے مددگاروں کے خلاف حق کی جنگ تھی، ان لوگوں نے زندگی کو نئی فتح کے مطابق ڈھال لیا اور قرآن کی روشنی سے پوری سرزمین کو روشن کردیا، امام بخاریؒ جیسے محدث (جو اس بخاری کے مصنف ہیں جو قرآن کے بعد سب سے صحیح کتاب ہے) اور سنن کے مصنف امام ترمذی، قاموس المحیط کے مصنف فیروزآبادی اور دوسرے بے مثال علماء کو جنم دیا، تو کیا ہم دنیاوی چکاچوند کے جھمیلوں کے پیچھے پڑنے والے حاکموں کی ہجرت سے داعیوں کی ہجرت میں تبدیل ہوسکتے ہیں؟ تاکہ ہم موجودہ دور میں تہذیب وثقافت واخلاق کو واپس لوٹائیں اور اس سرزمین میں جن وانس میں کوئی بھی شیطان نہ رہنے پائے۔

نہم: قسطنطنیہ کی جانب داعیوں کی ہجرت:

آل عثمان کے بادشاہ قسطنطنیہ کی فتح کو اپنی آرزوں کی تکمیل خیال کرتے تھے، کیونکہ وہ لوگ وہ لشکر بنا چاہتے تھے جس کے متعلق نبی کریم ﷺ نے قسطنطنیہ کے فاتح ہونے اور سب سے اچھا لشکر ہونے کی بشارت دی تھی اسی وجہ سے ان بادشاہوں نے اس مہم کی تکمیل کے لئے پوری ہمت کے ساتھ قسطنطنیہ کا رخ کیا، لیکن اس شہر کے مضبوط ہونے کی وجہ سے محمد بن فاتح کے علاوہ کسی کو کامیابی نہیں ملی، محمد بن فاتح پیدا ہوئے اور قسطنطنیہ کی باگ ڈور سنبھالی، اس وقت ان کی عمر ۲۲ سال تھی۔

اس بادشاہ نے اس اہم مہم کی تیاری کی اور دو لاکھ جنگجو اور تین سو جنگی کشتیاں تیار کیں، پھر بروز کے ذریعہ توپ کی کاروائی کا حکم جاری کرنے کے بعد قسطنطنیہ کا محاصرہ کرلیا، اس توپ کی آتش فشاں کی دوری بارہ بالشت اور اس میں سے نکلنے والے پتھر کا وزن بارہ قنطار اور اس کی مسافت ایک میل تھی، اس توپ میں سات سو پر مشتمل لشکر تھا، جب ان لوگوں نے اس توپ کو شہر ''ادرنہ'' لے جانے کا ارادہ کیا تو اس کے لئے پانچ سو جوڑے بیل اور تین ہزار سپاہیوں کو مقرر کیا اور ان کی جدت کی حد یہ تھی کہ ۱۵۰ کشتیوں کو خشکی پر چلایا، قسطنطنیہ کے محاصرہ کے لئے کشتیوں کو سمندر میں ڈالنے کے بعد اس کے قائد کو یہ خیال ہوا کہ شہر میں پہنچنا کافی دشوار ہے، کیونکہ تمام گزرگاہوں کو لوہے کی زنجیروں سے جکڑ دیا گیا ہے، چنانچہ انجینئر نے زمین پر چربی ملنے کی تجویز کی تاکہ کشیتوں کو رسی کے ذریعہ اس پر گھسیٹا جاسکے، یہ کوشش ایک رات میں پوری ہوگئی، چنانچہ جب قسطنطنیہ والوں نے دیکھا کہ مضبوط بیڑے سمندر کی طرف سے ان کا محاصرہ کررہے ہیں تو وہ لوگ دہشت زدہ ہوکر رومی لشکروں کو حملے کی مدافعت کے لئے پکارا، لیکن گھمسان کی جنگ شروع ہوگئی، اس میں بادشاہ مارا گیا اور شہر پر قبضہ کرلیا گیا اور سلطان نے شاہ قسطنطنیہ کے محل کو اپنا ٹھکانہ

بنایا اور گرجا گھر کو مسجد میں تبدیل کر دیا۔

کہا جاتا ہے کہ شہنشاہ دروازہ کے پیچھے اس وقت مارا گیا جب وہ جنگجوؤں کو آمادہ کر رہا تھا اور بعض سپاہیوں سے یہ گریہ وزاری کر رہا تھا کہ اس کا سر قلم کر دے تاکہ مقتولین میں اسے پہچانا نہ جا سکے اور فاتحین اس کو مثلہ نہ کریں، لیکن اتفاق ایسا ہوا کہ سلطان نے شہنشاہ کی لاش کو تلاش کرنے کا حکم دیا، مل جانے کے بعد اسے بادشاہوں کی قبرستان میں جشن کے ساتھ دفن کرنے کا حکم دیا اور بہت سے ان یونانی امراءکو فدیہ لے کر چھوڑ دیا جو اس شہر میں قیدی تھے۔

سلطان پورے جشن کے ساتھ شہر میں داخل ہوا اور نصاریٰ کے گرجہ گھروں کو باقی رکھا اور ان کے ساتھ اچھا معاملہ کیا، یہاں تک مورخ ''فولیتر'' نے لکھا ہے ''ترک مسیحیوں کے ساتھ اس طرح معاملہ نہیں کیا جیسا ہمارا خیال تھا جس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ مسیحی ایک ایسی قوم ہے جو اپنے شہر میں مسلمانوں کے لئے مسجد کو گوارا نہیں کرتی ہے، اس کے برعکس ترک قوم کہ ان لوگوں نے مغلوب یونانیوں کو گرجا گھر باقی رکھنے کی اجازت دے دی اور ان میں سے بہتوں کو ان کے حاکموں کی نگرانی میں کر دیا۔

پھر سلطان نے یونان کے لئے پادری کے انتخاب کا حکم صادر کیا اور اپنے ہاتھ سے تاج پہنا کر بطارکہ کی لاٹھی اس کے سپرد کر دیا اور فرمایا کہ تم اپنی قوم کے پادری ہو اور تم اللہ کی حفاظت اور توثیق میں ہو، تمام حالات میں میری محبت اور اخلاص تمہارے ساتھ ہے اور تمام ان سہولیات کا فائدہ اٹھاؤ جس کا تمہارے اسلاف اٹھاتے تھے، یونانیوں کے دین، مال اور عزت وآبرو کو امن دینے کے بعد سلطان نے یہ حکم صادر کیا کہ وہ بذات خود حکومت کریں، اپنے لئے فاتح قوم سے الگ ایک جماعت تشکیل دے لیں اور ان کا پادری اپنے افسروں میں مضبوط اختیار والا ہوگا اور تمام شہری کے کرائم وجرائم کے مسائل اس کے پاس پیش کئے جائیں گے اور اس کے پاس قوم کے سرداروں پر مشتمل ایک مجلس ہوگی، وہ فیصلہ کرے گا یہاں تک کہ قتل کا بھی حکم دے سکتا ہے اور

ترکی سپاہی اس کو نافذ کریں گے۔

پادریوں کے ساتھ امتیازی خصوصیت یہ بھی برتی گئی کہ ان کے اور ان کے کارندوں کے ٹیکس معاف کردیئے گئے، پادریوں کے ساتھ اس حسن سلوک کا قصہ مشہور ہوگیا، یہاں تک کہ اس کے متعلق فرانس کا مشہور ومعروف فلسفی ''فولیتر'' نے کہا ہے، اس سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ سلطان محمد فاتح عقل مند اور بردبار تھے، انہوں نے مظلوم نصاری کو اپنے لئے پادری انتخاب کرنے کی آزادی دی اور جب ان لوگوں نے منتخب کرلیا تو سلطان نے اس کو تسلیم کر کے اسے پادری کی عصاء لے کر اسے انگوٹھی پہنادی، یہاں تک کہ وہ پادری اس وقت چیخ اٹھا کہ میں شرمندہ ہوں اس بات پر کہ سلطان نے میرے ساتھ اکرام وتعظیم اور اعزاز کا ایسا معاملہ کیا کہ اس طرح کا اعزاز نصاری کے بادشاہوں نے میرے اسلاف کے ساتھ بھی نہیں کیا۔

چنانچہ ترک نے اس شہر پر بروز منگل دس جمادی الآخر کو ۵۳ دن کے محاصرہ کے بعد غلبہ حاصل کرلیا۔

یہ نور الٰہی کے چہرے ہیں جو ایسے نفوس کو بدلنا چاہتے ہیں جو ناامیدی اور ناکامی کی زندگی بسر کر رہے ہیں، ظالموں پر اعتماد کئے ہوئے ہیں، ان کی پکڑ ساز وسامان اور تیاریوں پر ہیں، اس کے باوجود ان کے دلوں میں کینہ وحسد ہے، محمد بن فاتح کی آواز قبر کے اندر سے مسلمانوں کو آواز دے کر کہہ رہی ہے کہ مسلمانوں کو اپنے رب، اپنی جماعت کے قائد اور نوجوانوں کی طاقت پر بھروسہ واعتماد کرنا چاہئے اور یہ کہ ہم سب مل کر بلاتاخیر ایمان کامل، مضبوط رشتے اور سنجیدہ عمل کی طرف قدم بڑھائیں اور اکتا کر سست نہ پڑجائیں اور آلات وسامان میں جدت اختیار کرنے، اپنی بنائی ہوئی چیزوں کو استعمال کریں، اپنا بنایا ہوا کپڑا استعمال کریں، جنگی سامانوں کو ترقی دیں اور اپنے قوانین کو بدل کر اپنے رب کے حکم اور شریعت کے مطابق قانون بنائیں، اس صورت میں یورپ کے مسلمان قائد محمد فاتح کی طرح ایک پلیٹ فارم پر آسکتے ہیں او

رہم زیادہ سے زیادہ اپنے دشمن کودر گذر کر کے اس کے ذریعہ اپنے سلف صالحین کی سیرت کو واپس لا سکتے ہیں اور ایسی روشنی پیدا کر سکتے ہیں جو روئے زمین کو منور اور روشن کردے گی۔

مغرب و مشرق، شمال وجنوب کی عظیم فتوحات کی ذکر کے بعد میں چاہتا ہوں کہ داعیو ں کے مہموں کا ایک نقشہ بنادوں جس سے صاف طور سے یہ واضح ہوجائے کہ نور ربانی مکہ اور مدینہ سے چند سالوں کے اندر کیسے نکلا اور ساری روئے زمین کو اپنے دائرہ میں لے کر نور سماوی سے زمین کو ڈھانپ لیا، اس امید میں یہ بنایا جارہا ہے تاکہ یہ نقشہ ہر مسلم مردوعورت کے عقل وشعور میں بیٹھ جائے اور پھر خیر قرون کی طرح یہ سرزمین خیر وبرکات سے بھر جائے۔

تیسری بحث:

ہم داعی ہیں یا حاکم؟

جب ہمیں یہ معلوم ہوگیا کہ نبی کریم ﷺ آپ کے اصحاب اور امت کے بے مثال اور بہادر قائدین نے اپنی زندگی دین الٰہی کو پھیلانے، زمین کو آباد کرنے اور لوگوں کے درمیان عدل وانصاف قائم کرنے میں گزار دی، کوئی بھی مہینہ ایسا نہیں گزرتا جو جنگ یا غزوہ یا دعوتی یا علمی سفر نہ ہوتا، انہوں نے اللہ کے فضل وکرم سے دنیا کو فتح کیا اور زندگی کو اخلاق تہذیب وثقافت سے بھر دیا، تو ذرا غور کریں کیا ہمارا عمل اس طرح ہے؟ اگر نہیں ہے تو ہم جھوٹی دینداری کے نام پر خود کو دھوکا دے رہے ہیں، یہ سوال ہمارے سامنے ایک چیلنج بن کر کھڑا ہے کہ ہم مربین کے طریقہ کے مطابق داعی ہیں یا حاکم، کیونکہ ان کا طریقہ یہ ہے کہ جب آپ کوئی مقصد متعین کریں تو اس کے معیار بھی متعین کریں تا کہ اس پر اس کو قیاس کیا جا سکے۔

داعیوں اور حاکموں کے کچھ صفات درج ذیل ہیں:

۱- اگر آپ فجر سے عشا تک اللہ کے گھر کو آباد کرتے ہیں تو آپ داعیوں میں سے ہیں، اگر آپ ان لوگوں میں سے ہیں جو مسجدوں کو چھوڑ کر محفلوں اور جلسے جلوس آباد کرتے ہیں تو آپ حاکموں میں سے ہیں۔

۲- اگر آپ کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جو ایسے مال غنیمت کے لئے سعی وکوشش کرتے ہیں جو ذکر واذکار اور علمی حلقوں کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے اور عقل ودل سے دنیا کو آباد کرنے کے ساتھ ساتھ آخرت کو بھی یاد کرتے ہیں تو آپ داعیوں میں سے ہیں، لیکن اگر ان

لوگوں میں سے جو غیر شرعی طریقہ سے بازاروں پر حملہ کرکے مال غنیمت حاصل کرتے ہیں، یا آپ کی حرکت یا سفر صرف درہم ودینار اور ڈالر حاصل کرنے کے لئے ہے تو آپ حاکموں میں سے ہیں نہ کہ داعی۔

۳- اگر آپ ہمت ولگن کے ساتھ مالداروں یا فقیروں کو صرف اس لئے دعوت دیتے ہیں کہ آپ کو اپنے رب کے پاس جانا ہے یا ان کی خیر خواہی کے مشتاق رہتے ہیں، ان کے تحفہ وتحائف سے بے نیاز رہتے ہیں، ان کی ہدایت ورہنمائی کے خواہاں ہوتے ہیں، ان کی صحبت کے متمنی ہیں، اور ان تمام کے بدلے اپنے رب کے پاس خیر وبھلائی چاہتے ہیں اور پیٹھ پیچھے ان کے دعاؤں کے متمنی ہیں تو آپ کا شمار ہجرت کرنے والے داعیوں میں ہوگا، اگر آپ بڑے بڑے سرداروں کی دعوت کے پیچھے بھاگتے ہیں، مالداروں کے اشارے پر ناچتے ہیں، ان کی طرف سے ہر قسم کی تعریف کے منتظر رہتے ہیں، ہر قسم کے عطیات قبول کرتے ہیں، امیدوں کے مطابق احکام وقوانین بدلتے رہتے ہیں اور غریبوں، مسکینوں اور فقیروں کو محروم رکھتے ہیں تو آپ ہجرت کرنے والے راعیوں (حاکموں) میں سے ہیں۔

۴- اگر آپ بحیثیت استطاعت جہاد، جنگ وجدال اور غزوات کے لئے اللہ کی پکار پر لبیک کہتے ہیں جیسا کہ شاعر کا قول ہے:

''ان لوگوں نے کہا کہ میدان جنگ میں مقابلہ کے لئے آؤ تو میں ہی سب سے پہلے آیا اور بلند ہوکر غالب آگیا''۔

اسی طرح اسلامی حکومت کے سایہ میں دشمنان اسلام کے خلاف جنگ کے موقع کے تاک میں لگے رہتے ہیں اور آپ کا تعلق غلو کرنے والی یا انتقام لینے والی جماعت سے نہیں ہے تو آپ ہجرت کرنے والے داعیوں میں سے ہیں، لیکن اگر آپ نے اچھائیوں کو ترک کردیا ہے، محارم کی ذمہ داریوں سے سبکدوش ہوگئے ہیں، مختلف قسم کے فوائد وسامان سے لطف اندوز ہونے

میں مشغول ہو گئے ہیں، عراق فلسطین، صومال وافغانستان اور کشمیر وشیشان کو فراموش کر بیٹھے ہیں تو آپ ہجرت کرنے والے حاکموں میں سے ہیں۔

۵- اگر آپ منکرات کو ترک کرنے اور مکارم کے لئے کوشاں رہتے ہیں، بے سہارا فقیروں، لاغر و ناتواں کمزوروں، پریشان حال یتیموں اور غم کے مارے مسکینوں کے ساتھ شفقت ومحبت کا معاملہ کرتے ہیں اور اللہ کے عطا کردہ جاہ ومال سے ان کے ساتھ صلہ رحمی کرتے ہیں تو آپ ہجرت کرنے والے داعیوں میں سے ہیں، لیکن اگر آپ لوگوں سے ان کے حلال وحرام مال حاصل کرنے کے ہر موقع کو غنیمت سمجھتے ہیں، مالداروں سے حسد کرتے اور فقیروں کو حقیر سمجھتے ہیں، ان کے عالموں کو ذلت وحقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں اور سرداروں کو لعن طعن کرتے ہیں تو آپ ہجرت کرنے والے حاکموں میں سے ہیں۔

۶- اگر آپ پورے عزم وحوصلہ کے ساتھ اصلاح امت کے لئے متحرک رہتے ہیں تو آپ ہجرت کرنے والے داعیوں میں سے ہیں اور اگر آپ عزم کے ساتھ امت کے لئے انواع واقسام کے کھانے، ٹھنڈا گرم مشروبات، آرام دہ سواری، کشادہ محل اور بے فائدہ دوستی میں سرگرداں رہتے ہیں تو آپ ہجرت کرنے والے حاکموں میں سے ہیں۔

۷- اگر آپ مالداروں اور غریبوں کی مہمان نوازی کرتے ہیں، ان کے شکم کو کھانے سے، عقلوں کو افکار سے اور دلوں کو محبت سے پر کرتے ہیں اور ان کو لے کر سالکین کے بتائے ہوئے راستے پر چلتے ہیں تو آپ ہجرت کرنے والے داعیوں میں سے ہیں اور اگر آپ صرف مالداروں یا ضرورت مندوں کی مہمان نوازی کرتے ہیں تاکہ آپ کو انواع واقسام کے کھلانے پلانے والا خیال کیا جائے تو آپ ہجرت کرنے والے حاکموں میں سے ہیں۔

۸- اگر آپ اپنے بال بچوں کی پرورش اس لئے کرتے ہیں کہ آپ صاحب رسالت وامانت ہیں، خیر وبھلائی کے امور انجام دینے اور دوسروں کو نفع پہنچانے اور ہر گھر میں خوشی کا

ماحول پیدا کرنے کے حریص ہیں تو آپ ہجرت کرنے والے داعیوں میں سے ہیں اور اگر آپ کا گھر قبر کی طرح ہے جو محبت وشفقت سے خالی ہوتا ہے اس میں نہ قرآن کی تلاوت ہوتی ہے نہ ہی نماز قائم کی جاتی ہے اور نہ لوگ ذکر واذکار کے لئے جمع ہوتے ہیں اور نہ ضرورت مند لوگوں کی حاجت روائی کرتے ہیں تو آپ ہجرت کرنے والے حاکموں میں سے ہیں۔

۹- اگر آپ پوری دنیا میں دین اسلام کو سربلند وغالب کرنا چاہتے ہیں، گوشہ گوشہ میں اس کی گونج اور ہر گلی میں اسلام کی حکومت کے خواہاں ہیں اور اس کی مدد اور خود اپنے اور معاشرہ میں پائیدار ومستحکم بنانے کے لئے کوشاں رہتے ہیں تو آپ ہجرت کرنے والے داعیوں میں سے ہیں اور اگر صرف بہترین ملازمت، اچھی تنخواہ اور شاندار سواری کا خواب دیکھتے ہیں تو آپ ہجرت کرنے والے حاکموں میں سے ہیں۔

۱۰- اگر آپ دوسروں کے آرام وراحت اور اپنی قوم کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں اور بحیثیت استطاعت دین کی خدمت، اپنے شہر کو معزز اور امت کی قدر ومنزلت کو بلند وبالا کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو آپ ہجرت کرنے والے داعی ہیں لیکن اگر آپ ان لوگوں میں سے ہیں جو خود غرض ہوتے ہیں، صرف اپنی فکر کرتے ہیں، ہر قسم کی غنیمت کی تاک میں رہتے ہیں اور دوسروں پر توجہ نہیں دیتے ہیں تو آپ ہجرت کرنے والے حاکموں میں سے ہیں۔

۱۱- اگر آپ نفع بخش علم حاصل کرنے کا اہتمام کرتے ہیں، اس پر عمل کرتے ہیں اور اس کی دعوت دیتے ہیں تو آپ داعی ہیں اور اگر آپ کا تعلق ان لوگوں سے ہے جو علمی لیبل، اعلی تصدیق نامہ اور صرف تدریبی اجلاس کا اہتمام کرتے ہیں تاکہ دنیا میں زیادہ سے زیادہ مال، جاہ ومنصب اور حکومت کے عہدے حاصل کرسکیں تو آپ حاکموں میں سے ہیں۔

۱۲- اگر آپ اتقان اور اخلاص کے ساتھ کام انجام دیتے ہیں اور خیر وبھلائی کے کام اور غیروں کو نفع پہنچانے میں سر دھڑ کی بازی لگا دیتے ہیں تو آپ داعی ہیں اور اگر اپنے کاموں

میں سستی برتتے ہیں اور عجز ظاہر کرتے ہیں اور اپنے لئے اسباب محرکات کی تلاش کرتے ہیں تو آپ حاکم ہیں۔

۱۳- اگر آپ عمل اس لئے کرتے ہیں کہ آپ ان بلند ہستیوں سے فائق وبرتر ہوجائیں جو علم واختراع اور ابداع واتقان اور تمیز میں ماہر ہیں تاکہ لوگوں کی نگاہوں میں اسلام ومسلمان ترقی یافتہ اور ترقی پذیر معلوم ہوں تو آپ داعیوں میں سے ہیں اور اگر آپ صاحب منکرات اور تقلید وگمنام کی زندگی گذارنے والوں میں سے ہیں تو آپ حاکموں میں سے ہیں۔

چوتھی بحث:

حاکموں کی ہجرت سے داعیوں کی ہجرت کی طرف ارتقاء

میرا خیال ہے کہ اگر ہم انصاف وشجاعت کے ساتھ اپنے گناہوں کا اعتراف کرلیں او رکہاجاتا ہے: ''بہادر وہی ہے جواپنے نفس کے ساتھ انصاف کرے''تو ہمارے لئےممکن ہوگا کہ ہم حاکموں سے داعیوں میں تبدیل ہوجائیں، رہی بات کہ ہم کیسے ایسا کرسکتے ہیں؟ تو اس کے لئے ایک محدود اورمختصر فہرست دی جارہی ہے جو تحقیق وجستجو کرنے والے منصفوں کے لئے تا قیامت کافی ہو۔

نمبر	حاکموں کی ہجرت	داعیوں کی ہجرت
۱	مساجد کےمعائنہ کے لئے ہوتا ہے	مسجدوں کوآباد کرنے کے لئے
۲	اندھادھند تعلیم	نصاب تعلیم
۳	قابل مذمت عصبیت	خالص بھائی چارگی
۴	اختلاف فرقہ پرستی	وحدت واتحاد
۵	انفرادی فتاوی	اجتماعی فقہی فتاوی
٦	فقر وذلت ومسکنت	مالداری ورحمت وبرکت
۷	جلانے والی اورکینہ پرور بیوی	ترقی پذیر بیوی
۸	اندھادھند ردعمل	مستقبل کی منصوبہ بندی
۹	سلبی	ایجابی

۱۰	حق کا اخفاء	حق کا اظہار
۱۱	منکرات پر خاموشی	منکرات پر ردِ عمل
۱۲	معصیت سے ہم آہنگی	منکرات کو بدلنا
۱۳	انانیت وخود غرضی	ایثار وقربانی
۱۴	بخل	کرم
۱۵	دنیا کے ساز وسامان فوت ہوجانے پر پریشانی	ثواب آخرت کے چھوٹ جانے پر افسوس
۱۶	امت کی فکر وغم سے غفلت	امت کی فکر وغم میں پریشانی
۱۷	ضیاع وقت	وقت کی سرمایہ کاری
۱۸	بغیر خشوع وخضوع کی نماز	انکساری وخضوع کے ساتھ نماز
۱۹	بغیر ایمان واحتساب کے روزہ	ایمان واحتساب کے ساتھ روزہ
۲۰	معمولی مقدار میں صدقات وخیرات	زیادہ مقدار میں صدقات وخیرات
۲۱	حرام چیزوں کی طرف نظریں	اللہ کے مخلوق پر نگاہ
۲۲	انکار وناشکری	اللہ تعالیٰ کا حمد وشکر
۲۳	قرآن سے بے اعتنائی	یومیہ تلاوت قرآن
۲۴	سطحی تعلیم	عقل سے غور وخوض، دل سے تاثر اور نفس میں تبدیلی
۲۵	کفر	ایمان
۲۶	ریاکاری	اخلاص
۲۷	برے اخلاق	اچھے اخلاق

۲۸	والدین کی نافرمانی	والدین کی فرمانبرداری
۲۹	قطع رحمی	صلہ رحمی
۳۰	زنا	عفت وپاکدامنی
۳۱	یتیموں کا مال کھانا	یتیموں کی مدد کرنا
۳۲	جھوٹ	سچائی
۳۳	دھوکہ وخیانت	امانت
۳۴	کبر وتکبر	تواضع وانکساری
۳۵	غداری	وفاداری
۳۶	جلدی سے غصہ ہونا اور انتقام لینا	حلم وبردباری اور عفو ودرگذر
۳۷	ظلم وزیادتی	عدل وانصاف
۳۸	حرام یا مشکوک مال کمانا	خالص حلال مال کمانا
۳۹	خواہشات کی پیروی	قوت وصبر اور تحمل
۴۰	علم کا اخفاء	علم وتعلیم کا اظہار وبیان
۴۱	بے فائدہ باتوں کی جستجو وتلاش	لوگوں کی عیب جوئی نہ کرنا اور بے فائدہ چیزوں کو ترک کرنا
۴۲	ظلم وزیادتی	عدل وانصاف
۴۳	غیبت وچغل خوری	لوگوں کی آبرو کی حفاظت کرنا
۴۴	گالی گلوچ اور بدزبانی	گالی گلوچ سے دوری اور شیریں باتوں کو لازم پکڑنا
۴۵	دوسروں کا مذاق اڑانا اور ان پر ہنسنا	بڑوں کی عزت اور چھوٹوں پر شفقت

۴۶	سنگ دلی اور سختی	ہر ذی روح پر رحمت وشفقت
۴۷	مکر وفریب اور دھوکہ	صاف گوئی اور خیر خواہی
۴۸	اسراف	خرچ اور نفقہ میں اعتدال
۴۹	حرام چیزوں کو دیکھنا	نگاہیں پست کرنا
۵۰	لوگوں کے کاموں اور فرائض کے انجام دہی میں بے اعتنائی	ادائیگی واجبات اور دوسروں کے کاموں میں دلچسپی
۵۱	تقلید وتیزی	غور وخوض اور اختراع وایجاد
۵۲	بہتان تراشی	لوگوں کی آبرو جوئی سے احتیاط
۵۳	احسان جتانا	فضل کی نسبت خدائے واحد کی طرف کرنا
۵۴	بے پردگی	پردہ
۵۵	مردوں کا عورتوں کی مشابہت اور عورتوں کا مردوں کی مشابہت اختیار کرنا	مردانگی اور نسوانیت پر فخر کیونکہ اللہ نے ان دونوں کو پاک بنایا ہے
۵۶	محتاجوں، فقیروں کو بے یار ومددگار چھوڑ دینا	گردش زمانہ کے ستائے لوگوں کی اعانت وامداد
۵۷	بد فالی پر یقین اور کاہنوں، جادوگروں کی تصدیق	اللہ پر بھروسہ کے ساتھ اسباب اختیار کرنا
۵۸	بزدلی اور خوف وہراس	دلیری وبہادری اور حکمت
۵۹	بغض وکینہ اور حسد	رشک اور اللہ کی عطا کردہ چیزوں پر رضامندی

۶۰	ذلت وانکساری	عزت
۶۱	مصیبتوں پر خوشی	بلا ومصیبت والوں کو دیکھ کر خوف زدہ ہونا
۶۲	ترش رو، ناامید وادااس	امیدوں کے ساتھ مسکراہٹ
۶۳	رسوائی وبدنامی	پردہ اور نصیحت وتصحیح
۶۴	ناپاکی اور گندگی	پاکیزگی وصفائی
۶۵	سستی	نشاط وہمت
۶۶	فکروغم لانا اور پیدا کرنا	سعادت وخوشی
۶۷	لغوبات،لغوکام کرنا اورلغوسوچنا	قول وفعل اور فکر وسوچ میں سنجیدگی ومتانت
۶۸	ناشکری	وفاداری اور فضل کا اعتراف
۶۹	شکوک وشبہات اوروسوسہ	نفس کے ساتھ دور اندیشی اور واضح چیزوں کولازم پکڑنا
۷۰	سرگوشی	تیسرے کے ساتھ بات کرنے میں اجازت طلب کرنا
۷۱	طمع ولالچ	دوسروں کے مال سے احتراز
۷۲	آبرو سے بےفکری	عزت وآبرو پرحمیت وغیرت
۷۳	جہالت	علم
۷۴	کمزوری	قوت وطاقت
۷۵	راز کا افشاء	رازوں کا اخفاء

٧٦	معاشرہ پر ظلم وزیادتی کی فکر یا اس سے الگ رہنے کی	ثالثی بننا ایک دوسرے کے ساتھ زندگی گزارنا اور اعتدال اختیار کرنا
٧٧	بھلائی کے کاموں میں سرگرمی سے لوگوں کو روکنا	شرعی قوانین وضوابط کی پابندی کے ساتھ مشارکت

یہ داعیوں کی ہجرت کا پہلا قدم ہے، یعنی جس سے اللہ نے روک دیا ہے اس کو چھوڑ دینا اور اس کے احکام کو بجالانا، اس وقت آپ آزادہ وناتجربہ کار اور پریشان حال لوگوں کی حالتیں بدلی ہوئی پائیں گے، لیکن آرزو میں وسعت اتنی ہو کہ نیکی عام ہوجائے، بھلائیاں دوگنی ہوجائیں، سرزمین اپنی حالت پر لوٹ آئے، فجر کی اذان اور چڑیوں کی چہچہاہٹ سنائی دے اور ذکر کے نغمے شکر کے کلمات اور فتح کی آیتوں کو بار بار دہرائیں، جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: "سیھزم الجمع ویولون الدبر" (عنقریب جماعت کو شکست ہوجائے گی اور پیٹھ پھیر کر بھاگیں گی)۔

مراجع:

1.

www.aci.aero/cda/aci_cmmon/display/main/aci_content07_c.jsp?zn=aci&cp=-5-54_666_2

2.

www.aci.aero/cda/aci_cmmon/display/main/aci_content07_c.jsp?=zn=aci&cp=1-5_666_2.

۳- مقالہ: وقفۃ ثانیہ حیات صدیق کے ساتھ، میدان جنگ اور قاعۃ تاریخ اسلامی

http://www.ikhwan.net/vb/showthread.php?t=5721&page=3.

۴- مقالہ: فتح مدائن، شہنشاہ ایران کی شکست، از سمیر حلبی

http://www.islamonline.net/arabic/history/1422/04/article27.ShTML

۵- مقالہ: معرکہ اجنادین، فتح شام کے راستے: از احمد تمام

http://www.islamonline.net/arabic/history/1422/08/article17.shtml

۶- مقالہ: فتح مصر: از احمد تمام

http://www.islamonline.net/arabic/history/1422/07/article09.shtml

۷- مقالہ: عقبہ بن نافع

http://www.muslimmedia.net

۸- مقالہ: شذونہ، اندلس کے راستے: از احمد تمام

http://www.islamonline.net/arabic/history/1422/12/article13.shtml

۹- مقالہ: فاتح ہند غزنوی: از احمد تمام

http://www.islamonline.net/arabic/famous/2001/07/article3.shtml

۱۰- مقالہ: فتح آذربائیجان، آرمینیا اور خراسان، عربی انسائیکلوپیڈیا

http://encyclopedia.aarabiah.net.azerbaijan-armeni

۱۱- مقالہ: فتح شہر ماوراءالنہر، عربی انسائیکلوپیڈیا

http://encyclopedia.aarabiah.net/reiver-countries

۱۲- مقالہ: فتح سمرقند، عربی انسائیکلوپیڈیا

http://encyclopedia.aarabiah.net/samarkand-uzbekistan

۱۳ - مقالہ: فتح قسطنطنیہ، عربی انسائیکلوپیڈیا

http://encyclopedia.aarabiah.net/people-culture

۱۴ - اٹلانٹک کی اسلامی تاریخ، از ڈاکٹر حسین مونس

www.melhamy.blogspot.com